ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان

اگست 2007

حضور مفکرِ اسلام نمبر

ساقی کو الوداع کہے سال ہو گیا
اداریہ

حضور مفکرِ اسلام کی حیات و خدمات



عزیمتوں کی راہ کا عظیم مسافر

حضور مفکرِ اسلام اور اتباعِ شریعت

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت

حمد خدائے جمیل جل جلالہ
عم نوالہ

کیونکر ادا ہو شکر خدائے غفور کا
جن نے بنایا امتی ہم کو حضور ﷺ کا!
اللہ رے تجلی جانانہ کا جلال!
غش ہیں اگر کلیم تو سرمہ ہے طور کا!
بندوں پہ اس کریم کا کیا کیا کرم نہیں
گرمی' ہوا' یہ پانی' یہ سامان نور کا
بندے کی اک ندا پہ وہ دس بار دے جواب
کیا حوصلہ ہے شکر خدائے شکور کا
ذکر خدائے پاک ہے تسکین جاوداں
اللہ رے علاج دلِ ناصبور کا!
مخمور ہیں جو عشق خدا و رسول ﷺ میں
وہ پی رہے ہیں جام شراب طہور کا
یک سو ہے جس کا قلب تو یک بیں نگاہ ہے
ہو کیوں نہ راز دار شہور و دہور کا
مجھ کو ہے ناز رحمت رب کریم پر
ٹوٹے بھرم نہ میری متاع غرور کا
برکت ہے سب توسلِ شیخ کریم کی
بندہ خدا کا آسی گدا ہے حضور ﷺ کا

نعت حبیب جمیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
صلی اللہ علیہ وسلم

کیونکر ہو شکر شافع یوم النشور کا
ہم کو بنا یا بندہ خدائے غفور کا
ہاں ہاں! دل و ماغ کے محسن وہی تو ہیں
روشن ہے جن کے نور سے جادۂ شعور کا
بت پوجتوں کو در پہ خدا کے جھکا دیا
کیا کم یہ معجزہ ہے ہمارے حضور ﷺ کا
اب تک ثار ثور و حرا ہیں تجلیاں
توبہ! یہ مرتبہ کہاں ساعیر وطور کا!!
سب کا رسول ﷺ سب کا مددگار بالیقین
کیا اس میں فرق دوستو نزدیک و دور کا
اک ان کا غم بہت ہے تجھے دو جہان میں
یہ ہے تو غم ہی کیوں رہے حور و قصور کا
لے ان کا نام صدق عقیدت سے اور دیکھ
کس طرح مینہ برستا ہے کیف و سرور کا
لکھتا ہوں آفتابِ رسالت کی نعت میں
یا ہے تخلیات میں سیلاب نور کا
آسی گدائے مرشدِ کامل اگر ہوا
یہ بھی کرم؛ خدا کی قسم؛ ہے حضور ﷺ کا

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

يا أيها النبي جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم
اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۷۳)

مجلہ دین حق کی عظیم تحریک ... ان اسلام کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ الحقیقہ (پاکستان کا)

... ۱۴۲۸ھ اگست 2007 جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 9

زیر سرپرستی مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری

فہرست

زر تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 15 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/150

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

کمپوزنگ: محمد اکرام مہدی — لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر، ریلوے روڈ نزد نیشنل بنک شرقپور

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شرقپور

پبلشر: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلۃ الحقیقہ نقش لاثانی نگر، شرقپور شریف فون نمبر: 451734 (نارووال) سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقه — اداریہ

ساقی کو الوداع کہے سال ہو گیا

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

تاریخ ان لوگوں کو کبھی فراموش نہیں کرے گی، جنہوں نے اللہ و رسول کی خاطر جرات و استقامت، جدوجہد، مخلوق خدا سے محبت اور جذبہ ایثار و قربانی سے اس کو تابناک کیا۔ یہی لوگ لوح تاریخ پر کندہ سنہری حروف ہیں، جن کی وجہ سے بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت نصیب ہوتی ہے، زمانہ ایسی ہستیوں کو ہمیشہ زندہ رکھے گا، یہ لوگ تعداد میں کم ہوتے ہیں۔ مگر ان کا کردار بہت عظیم ہوتا ہے، یہ لوگ حق و صداقت کے علمبردار ہوتے ہیں، ہمیشہ کمزوروں کا ساتھ دیتے ہیں کوئی بھی طوفان ان کا راستہ نہیں روک سکتا، ان کا گھر بار جلا دیا جائے، سر پر تلوار لٹکا دی جائے، قید و بند کر دیا جائے، یہ سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں مگر کسی باطل کے آگے جھکنا پسند نہیں کرتے، دنیا کی کوئی طاقت انہیں جھوٹ بولنے، فریب دینے یا ستم کشی پر آمادہ نہیں کر سکتی، انہیں اللہ و رسول کی رضا مطلوب ہوتی ہے اس کے لئے یہ کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ انہیں مقدس ہستیوں میں ایک مقدس ہستی ''عمدۃ المحققین، ترجمان حقیقت، پاسبان شریعت و طریقت، پیکر خلق عظیم، اعلحضرت عظیم البرکت حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمتہ اللہ علیہ'' کی ہے۔ اک زمانہ گواہ ہے کہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے پوری زندگی عشق رسول ﷺ میں گزاری اور اپنے مریدین، متوسلین کو یہ درس دے کے گئے کہ سب کچھ لٹ جائے لیکن کوئی اسلام کا باغی تمہارے دلوں سے نبی اکرم ﷺ کی محبت نہ لوٹ سکے۔ اگر یہ محبت باقی ہے تو سب کچھ باقی ہے، کیونکہ یہی محبت ایمان کی جان بلکہ اصل ایمان ہے۔ حضور مفکر اسلام کی شخصیت جو دلوں کی دھڑکن، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحت جسم و جاں تھی۔ آپ کو اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے ایک سال ہو گیا ہے۔ آپ کے وصال شریف کے بعد ہر عیش غم کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ یاران طریقت کے دلوں پر اب تک افسردگی چھائی ہوئی ہے اور ان کی جدائی میں ابھی تک سنبھل نہیں پا رہے۔ کیا کیا عرض کروں پس المختصر

بزم طرب پہ چھائی ہے اب تک فسردگی — ساقی کو الوداع کہے سال ہو گیا
ہر نغمہ نوحہ بن گیا، ہر عیش رنج و غم — درد و الم کا ساز چھڑے سال ہو گیا

انشاء اللہ وہ ساقی ہم سب پر نظر کرم فرما رہا ہے اور فرماتا رہے گا۔ جو مشن ہمارے ذمے سونپ گئے ہیں ان کی توجہ سے محبتوں اور جراتوں کا قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور انشاء اللہ رواں دواں رہے گا۔ ان کا فرمان اور آپ کی ساری زندگی کا حاصل جس پر خود عمل پیرا رہے اور درس دیتے رہے آج ہمارے حرز جاں ہے ۔

رسول اللہ توں صدقے جان میری — ایہہ فانی زندگی قربان میری

اتحاد ملت

کی ضرورت و صورت

قسط: 9

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

ڈاکٹر صفدر محمود صاحب کا مجھے تفصیلی تعارف تو نہیں، البتہ نوائے وقت میں ان کے مضمون شائع ہوتے رہتے ہیں، اور میں شوق سے پڑھتا ہوں وسط اگست ۲۰۰۳ء میں ان کا ایک مضمون قیام پاکستان کے منفرد پہلو، قسط وار شائع ہوا ہے جس کی آخری قسط ۱۶ اگست کو آئی ہے بعض اختلافات کے باوجود ڈاکٹر صاحب کے اصولی موقف سے سو فیصد متفق ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے جس نکتے کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے، وہ مضمون کا آخری مختصر سا پیرا ہے۔ انہی کو ثابت کرنے کیلئے انھوں نے یہ لمبی چوڑی تحریر جو تین قسطوں پر پھیلی ہے، لکھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

''میں خلوص نیت سے سمجھتا ہوں کہ قیام پاکستان کی تاریخ میں مشیت ایزدی کے واضح اشارے ملتے ہیں اور اس کی بشارت ہمارے نبی کریم ﷺ نے کئی بار دی تھی، اس لئے جو بھی اس ملک کی صحیح معنوں میں خدمت کرے گا، وہ اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی عزت پائے گا اور جو کسی طرح بھی نقصان پہنچائے گا، وہ یہاں بھی اور وہاں بھی ذلیل وخوار ہوگا''

اس سے پہلے کا ایک طویل اقتباس بھی نذر قارئین ہے، اس میں ڈاکٹر صاحب نے پاکستان کو نقصان پہنچانے والوں کی عبرتناک سزا کا ذکر کیا ہے، جس سے انھوں نے مندرجہ بالا نتیجہ اخذ کیا۔

''مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی صورت میں ہمیں ایک انعام عظیم بخشا جو ہماری کوتاہیوں، کم نظری، سیاسی ہوس اور نالائقی سے نصف رہ گیا، البتہ یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ مشرقی پاکستان آج بھی مشرقی پاکستان ہے، صرف اس کا نام بدلا ہے۔ وہ اپنے مزاج 'ہندو دشمنی' اسلامی پس منظر اور فکرونگاہ کے حوالے سے اب بھی مشرقی پاکستان ہے۔

لیکن اس سانحے میں بھی ایک ایسا نقطہ پنہاں ہے جس پر غور کریں تو حیران کن اشارے ملتے ہیں اور فہم وفراست کے نئے دروازے کھلتے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ بظاہر پاکستان توڑنے کی ذمہ داری تین سیاسی کرداروں پر عائد کی جاتی جبکہ چوتھا کردار فوجی تھا ذرا قدرت کے انتقام پر غور کریں کہ وہ تینوں سیاسی کردار یعنی اندرا گاندھی، شیخ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو غیر فطری موت کا نشانہ بن کر عبرت کی داستانیں چھوڑ گئے۔ اندرا گاندھی خود اپنے محافظوں کی گولیوں کا نشانہ بنی، مجیب الرحمٰن اور اس کے خاندان کی نعشیں کئی گھنٹوں تک بے گوروکفن اپنے گھر کی سیڑھیوں پر پڑی رہیں اور بھٹو ایک قتل کیس میں سزا پا کر پھانسی چڑھ گیا۔ کیا یہ محض ایک حادثہ اور اتفاق تھا۔ اگر اتفاق ہی تھا تو ایک یا دو کرداروں کے ساتھ پیش آیا ہوتا، تینوں کا انجام

ایک سا کیوں ہوا۔ رہا چوتھا فوجی کردار یحییٰ خاں تو وہ بھی گھر کی قید میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا اور اپنے پیچھے نفرت کی عبرتناک کہانیاں چھوڑ گیا، عالمی تاریخ گواہ ہے کہ ملک بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں، سکڑتے اور پھیلتے رہتے ہیں اور قوموں کے جغرافیے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہماری نگاہوں کے سامنے (USSR) نامی ایک سپر پاور نے ٹوٹ کر کئی آزاد ممالک کو جنم دیا۔ پولینڈ، بوسینیا، اور سربیا وغیرہ کی تاریخ ہمارے ذہنوں میں تازہ ہے لیکن مجھے عالمی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملی جہاں ملک ٹوٹنے پر کسی گوربا چوف کو پھانسی چڑھایا گیا ہو یا کسی ذمہ دار کردار کو سبق آموز سزا ملی ہو جبکہ پاکستان میں قدرت کا یہ انتقام صرف ایک نسل تک محدود نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا تاکہ غور کرنے والوں کیلئے اس میں عبرت کا بے پناہ ساماں موجود ہے۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ پاکستان توڑنے والے تینوں کرداروں کی غیر فطری اور عبرتناک موت کے بعد ان کی آئندہ نسل میں سے بھی کسی مذکر/مرد کو فطری موت نصیب نہیں ہوئی۔ اندرا گاندھی کے دو بیٹے تھے۔ ایک ہوائی جہاز کے حادثے کا شکار ہوا جبکہ دوسرا بم کا نشانہ بنا۔ مجیب الرحمٰن کی فیملی کے مرد اراکان اس کے ساتھ ہی گولیوں کا نشانہ بنے۔ بھٹو کا ایک جوان بیٹا فرانس میں غیر فطری موت مرا جبکہ دوسرا کراچی میں اس وقت گولیوں کا نشانہ بنا جب اس کی بہن ملک کی وزیر اعظم تھی، کیا یہ سب کچھ محض اتفاقیہ ہے؟ سوال یہ ہے کہ یہ اتفاق صرف سقوط مشرقی پاکستان کے تین کرداروں کے ساتھ ہی کیوں ہوا؟ پھر سبھی کرداروں کے ساتھ کیوں ہوا؟

ڈاکٹر صاحب موصوف نے پاکستان کی عظمت وتقدس کو منوانے کیلئے ایک وجہ یہ بھی دی ہے کہ جس رات اس کے قیام کا اعلان ہوا وہ ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات تھی یعنی شب قدر۔ اور پہلا یوم پاکستان جمعۃ الوداع کے روز منایا گیا تھا۔ اس سلسلے میں یہ جملہ قابل غور ہے۔

''رمزیں صرف رمز شناس ہی سمجھ سکتے ہیں اور یہ اشارے صرف ان کیلئے ہوتے ہین جن کے باطن منور اور دل شفاف ہوتے ہیں۔ آپ چاہیں تو مجھے توہم پرستی، رجعت پسندی اور ضعیفی الاعتقادی کا طعنہ دے لیں لیکن مجھے تو اشارے غور وفکر کا سامان لگتے ہیں۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اس کے ٹوٹنے کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور بتانے کی کوشش کی ہے کہ قدرت کوئی تحفہ یا انعام بخشتی تو اس کے سنبھالنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں، ان آداب اور تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے تو پہلے وارننگ ملتی ہے اور سزا بھی، ہمارے ساتھ یہی کچھ ہوا، اور پھر ڈاکٹر صاحب نے اسی ضمن میں اس کے توڑنے والوں کی غیر فطری موت کا ذکر کیا ہے جو آپ نے اوپر ملاحظہ فرمایا۔

مجھے اس نقطہ نظر سے پوری طرح اتفاق ہے، اور اسی کی روشنی میں موجودہ حکمرانوں اور ان کے حریفوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنے طرز عمل پر ذرا نظر ثانی کر لیں، ایسا نہ ہو کہ ہم وارننگ کے دور سے گزر کر دوبارہ کسی سزا کی لپیٹ میں آ رہے ہوں، ہمارے ذرائع ابلاغ جس قسم کی فحاشی اور بے حیائی پھیلا رہے ہیں یہ پاکستان کے تقدس کے خلاف ہے۔ ہماری عوام جس ذوق وشوق سے بھارتی گانوں کے دلدادہ ہوتے جا رہے ہیں، یہ ان کے انتہائی بے شرم وحیا باختہ ہونے کی دلیل ہے۔ بھارتی مہمانوں کی ٹی۔وی پر مناظرانہ سی کیفیت پیش کر کے اسلام اور پاکستان کے بارے میں انھیں زہر اگلنے کا موقع دینا اور ان کے مقابلے میں ہمارے نالائق اور احمق وزراو نمائندگان کو لاجواب ثابت ہونے دینا پوری قوم کی بدنصیبی، ذہنی شکست اور بے آبروئی کے مترادف ہے۔ کہاں تاریک شرک آلود ہندی اذہان اور کہاں توحید کے روشن دل فرزند، مگر پورے پاکستان سے ایسے لوگوں کو مقابل لانا جن میں منصب وزارت کے حصول سے ہٹ کر کوئی خوبی نہیں ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ اس قسم کے افسوسناک مناظر حکومت

کی خصوصی نظر کا نتیجہ ہے یا کسی بہت ہی گھناؤنے فیصلے کی تمہید ہے۔ ہندوؤں کے نمائندے پاکستان میں آتے ہیں تو دھڑے سے نظریہ پاکستان کے خلاف اکھنڈ بھارت کی بات کرتے ہیں اور ہمارے بعض بے غیرت نمائندے یہاں بھی اور بھارت جا کر بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا کچھ نہیں کرتے، کیا یہ سب کچھ امریکہ کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ یا بت ہندو کی اداؤں نے فکر و نظر کو مبہوت کر کے رکھ دیا ہے

واللہ! ہم پاکستان کو حضور پرنور ﷺ کا تبرک سمجھتے ہیں، جو شخص اس کی جتنی خدمت سرانجام دیتا ہے، اسے اتنا ہی بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے قریب سمجھتے ہیں اور جو جتنا اس کا دشمن ہے یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، اتنا ہی بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اسے دور اور بدنصیب خیال کرتے ہیں۔ پاکستان کا دشمن ہو اور غوث و قطب بن کر ہی ہمارے سامنے کیوں نہ آئے ہم اسے غوث و قطب کی بجائے دجال و کذاب سمجھیں گے، تحریک پاکستان پر غور کریں تو یہ حقیت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ کے سب پاک بندے اور حضور نبی کریم ﷺ کے سب عشاق پاکستان کی تحریک میں دامے درمے قدمے سخنے حصہ لے رہے تھے، اور قائداعظم کا ساتھ دے کر مسلم لیگ کی قوت بڑھا رہے تھے۔ بریلی شریف، بدایون، اور دوسرے ایسے مراکز اہلسنت جنھیں اگر چہ قیام پاکستان کی صورت میں بھی انڈیا ہی میں رہنا تھا، فکر و نظر اور ترقی و عمل بے اعتبار سے پاکستان کی حمایت میں تھے کیونکہ ہر ایک کو مرکز سے (یعنی ساری کائنات کے صدر مقام مدینہ طیبہ) سے اشارے ہو چکے تھے۔ مگر اس کے برعکس دیوبند یعنی کانگریسی مولویوں کا مرکز ہی گاندھی پر سو سو جان سے قربان نہیں ہو رہا تھا بلکہ وہ علاقے جو پاکستان میں شامل ہونے والے تھے بھی اپنے بکے ہوئے دیوبندی ملاؤں کے زیر اثر پاکستان کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ ہاں نہایت قلیل التعداد دیوبندی اور ایک دو غیر مقلد علماء پاکستان کے حامی تھے، مگر یہ وہی تھے جنھیں اپنے مخصوص فرقے میں شامل ہونے کے باوجود کچھ نہ کچھ اپنے کلمے کی بھی شرم تھی، مثلاً مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی غیر مقلد تھے اور مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی تھے مگر ان دونوں حضرات نے پاکستان کی حمایت کی، اس لئے کہ وہابی دیوبندی ہوتے ہوئے بھی یہ بڑے محتاط تھے۔ اور گستاخ ملاؤں کے شاگرد اور استاد ہونے کے باوجود خود حضور ﷺ کے بارے میں ایسی زباں درازیوں سے بچے ہوئے تھے جو دوسروں کا روزمرہ کا وطیرہ تھیں۔

اب آیئے اسی قسط کے ایک اور اقتباس کی طرف!

''مولانا حسین احمد مدنی کانگرس کے ممتاز لیڈر اور تقسیم ہند کے مخالف تھے۔ اس کے بارے میں یہ واقعہ میں نے کئی بزرگوں سے سنا ہے کہ 45-1946 کے انتخابات کے ضمن میں کانگریس کیلئے ووٹ مانگنے کی غرض سے بنگال کا دورہ کر رہے تھے اور ان کے ہمراہ بہت سے مریدان اور سیاسی کارکن بھی تھے، اس انتخابی مہم کے دوران ایک دن انھوں نے نماز فجر کی امامت کے بعد اپنے محدود حلقے میں تقریر کرتے ہوئے کہا آج رات مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہو چکا ہے، جب مولانا مدنی یہ کہہ چکے تو ایک مرید اٹھا اور اس نے کہا کہ حضرت چلئے اور مسلم لیگ کا ساتھ دیجئے،۔ اب اس کے بعد کانگریس کیلئے انتخابی مہم چلانے کا کوئی جواز نہیں اس کے جواب میں مولانا مدنی نے کہا کہ دینی معاملات میں حضور کی پیروی فرض ہے لیکن تکوینی و سیاسی معاملات میں نہیں، مجھے چونکہ اس واقعے کی کوئی کتابی سند نہیں مل سکی۔ محض کئی بزرگوں سے سنا اور بعض اخباری مضامین میں اس کا ذکر پڑھا ہے، اس لئے اس پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتا''

قارئین سے عموماً اور جناب ڈاکٹر صفدر محمود سے خصوصاً اپیل ہے کہ بتائیں مولانا مدنی نے تکوینی و سیاسی معاملات میں حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی کا ضروری نہ ہونا کس آیت یا کس حدیث سے اخذ کیا ہوگا ہرگز ہرگز یہ کسی آیت یا حدیث کی مراد نہیں.................

قرآن پاک میں یا حدیث پاک میں غیر مشروط وغیر محدود اطاعت رسول ﷺ کا جو حکم دیا گیا ہے، کیا اس سے سیاسی معاملات مستثنٰی ہیں۔نہیں؟ کیا اسلام کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں اور کیا کتاب وسنت میں سیاست کے بارے میں کسی قسم کے احکام یا ہدایات نہیں؟ کیا پوری تاریخ اسلام میں کوئی اور بھی ایسا شخص گزرا ہے جس نے یہ نقطہ نظر پیش کیا ہے۔کیا حضور پر نور ﷺ نے بہترین حکومت وسیاست کا کوئی تصور نہیں دیا اور خلفائے راشدین کا نظام حکومت کتاب وسنت کی ہدایات کے مطابق نہیں تھا، کیا حسین احمد مدنی نے قرآن پاک میں یہ آیت نہیں پڑھی۔

''یا ایھا الذین امنوا اطیعو الله و اطیعو الرسول و اولیٰ الامر منکم ج فان تنا زعتم فی شیی فردوہ الی الله والرسول ان کنتم تو منون با لله والیوم الاخر ذلك خیر و احسن تا ویلاً O (النساء۵۹)

ترجمہ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں، پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ۔(کنزالایمان)

غور کیا آپ نے۔اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت غیر مشروط ہے۔ان کا ہر فیصلہ اٹل ہے۔ہاں حاکم کی اطاعت غیر مشروط نہیں۔اگر اس سے جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ ہوگا۔رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اہمیت کیا ہے، فرمایا جارہا ہے۔

من یطع الرسول فقد اطا ع الله '' ج (النساء......۶۹)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی، بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

گویا دوسرے لفظوں میں جو بدنصیب حضور پر نور ﷺ کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا یا اسے محدود و مشروط ٹھہراتا ہے تو وہی بدبخت اللہ کا باغی ہے اور اس کی اطاعت کا انکار کرنے کیلئے بہانہ سازی کرتا ہے، حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی کا حکم ان آیات سے تلاش کیجئے، یہ بدنصیب حضور اکرم ﷺ کا باغی نہیں، دراصل اللہ کا باغی ہے۔

جو حضور ﷺ کو حاکم نہ مانے، اس کے بارے میں قرآن پاک کا فتویٰ وفیصلہ کیا ہے۔سنو

'' فلا و ربک لا یو منون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حر جاً مما قضیت و یسلموا تسلیماًo (النساء......۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے، جب تک اپنے آپس میں جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

'' وما کا ن لمومن و لا مو منة اذا قضی الله ورسولهٗ امراً ان یکون لھم الخیر ۃ من امر ھم ط ومن یعص الله ورسولهٗ فقد ضل ضللاً مبیناo(الاحزاب...... ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے اور جو نہ حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

کیا دیوبند کے شیخ الاسلام کو جسے اس کے معتقد یا بندے رب العالمین کہا کرتے تھے (جیسا کہ اسی مضمون کی گذشتہ قسطوں میں آپ نے ملاحظہ فرمایا) ان آیات کی خبر نہیں تھی، ان کے باوجود اسے یہ جرات کیونکر ہوئی کہ سیاسی معاملات میں حضور ﷺ کی اطاعت کو غیر ضروری قرار

دے۔ کیا اس شتر بے مہار کو خلفیہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ اول جس میں آپ ﷺ نے اپنی طرز حکومت کی وضاحت کی تھی، کے یہ الفاظ بھول گئے۔

"اطعیونی ما اطعت اللہ ورسولہٗ"

ترجمہ: میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کروں۔

ہمیں ڈاکٹر صفدر محمود صاحب اور ان جیسے دوسرے مخلصین سے بھی یہ گلہ ہے کہ ایسے اہم مباحث میں یہ لوگ ڈنڈی مار جاتے ہیں۔ جب ان سے کتنے "بزرگوں" نے یہ واقعہ سنایا ہے تو پھر یہ کس کتابی حوالے کے منتظر ہیں کیا ہر کتاب کی ہر بات معتبر ہوتی ہے اور ہر زبان کی ہر گواہی غیر معتبر۔ جب کتنے ہی بزرگوں (یعنی ثقہ راویوں) سے سن لیا تو کیا شک رہا کیا صرف اس لئے کہ نام نہاد یہ شیخ الاسلام کا مسئلہ ہے۔ میں کہتا ہوں اگر حضور پرنور ﷺ کسی کے خواب میں تشریف لاکر وضاحت بھی فرمائیں کیا پھر بھی اہل محبت جانتے تھے یا نہیں کہ حضور پرنور ﷺ کی امت کیلئے پاکستان کتنا ضروری ہے۔ عشق والے تو اپنے اپنے مرتبے کے مطابق ہر وقت بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر رہتے ہیں، مگر افسوس نجد و دیوبند کا سیاہ ترین کارنامہ یہی ہے کہ انھوں نے اپنا تعلق بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توڑا اور پھر ساری امت کا تعلق توڑنے کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔

اب ہم سے سنئے، ہمارے نزدیک حسین احمد ٹانڈوی قسم کے لوگ "ملت" کی بنیاد نسبت رسالت کی بجائے 'وطن' کو قرار دیتے تھے۔ حضور پرنور ﷺ کے دیدار دل آفروز کے اہل ہی نہیں تھے۔ حضرت حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اسی بنا پر اسے 'بولہب' کہا تھا، اسی کو فرماتے ہیں۔

بہ مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

اس نے مریدوں پر اپنا رعب جمانے کیلئے کل کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ پیر صاحب کی سیاست کا ناکام ہے اور انھیں حالات کا صحیح جائزہ لینے کا ملکہ نہیں۔ مولانا نے یہ خواب گھڑا تا کہ مرید بعد میں یہی سمجھیں کہ مولانا جانتے تھے کہ پاکستان بن کے رہے گا مگر پھر بھی بہادری سے گاندھی اور نہرو کا ساتھ نہ چھوڑا (کیونکہ یہ زیادہ مفاد) مگر اس کے لئے خواب گھڑنے کا جو انداز انھوں نے اختیار کیا، یہ قرآن پاک کی رو سے انھیں لا یو منون (وہ ایماندار نہیں) والے گروہ میں داخل کر چکا ہے۔ شیخ الاسلام تو کیا بیچارہ ایمان سے ہی خالی ہو گئے۔ یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ خواب وغیرہ تو کسی کو نہیں آیا ہاں پاکستان بننے کے بعد اسی ناپاک مقصد کیلئے یعنی جھوٹا رعب جمانے کیلئے کسی مرید نے اپنے شیخ کے نام سے یہ منصوبہ بندی کی ہو کیونکہ دیوبند کے کارخانے میں جھوٹ موٹ بہت کچھ چلتا ہے۔

مگر ہم پیر و مرید کو جھوٹا نہیں کہتے، ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے خواب آیا ہو اور حضور پرنور ﷺ اس کے خواب میں تشریف لاکر یہ حقیقت واشگاف کرانا چاہتے ہوں، حسین احمد ٹانڈوی ایسا بدبخت ہے کہ میرا حکم بھی نہیں مانتا، یہ سیاست کی پگڈنڈیوں میں ایسا کھو چکا ہے کہ نبوت کی روشنی سے بھی خود کو بے نیاز سمجھتا ہے، یہ گویا حضور پرنور ﷺ کا معجزہ ہے کہ مخلوق کے دل، دماغ فکر و نظر، جسم و جان سب کچھ آپ کے تصرف میں ہیں، حضور پرنور ﷺ ایک بدبخت کے خواب میں تشریف لاکر اسی کی زبان سے اس کے مردود ہونے کا اعلان کراتے ہیں تو آپ کے تصرفات سے کیا بعید۔ اللہ اکبر! ورنہ سوچیں ایسا خواب کسی کافر کو بھی آئے جس میں حضور پرنور ﷺ اسے سخت سے سخت حکم ارشاد فرمائیں تو عموماً وہ تعمیل کرتا ہے چنانچہ دلورام کوثری جیسے کئی ہندو اور غیر مسلم ایسے تھے جنھیں حضور ﷺ نے خواب میں تشریف لاکر مسلمان ہونے کا حکم دیا اور وہ صبح سویرے مسلمان ہو گئے، ایسا عموماً ناممکن ہے کہ حضور پرنور ﷺ کسی کو خواب میں کوئی حکم دیں اور وہ پھر بھی عمل نہ کرے۔ پھر ایسی صورت میں یہ اور بھی ناممکن ہے کہ

وہ لوگوں کو اپنا خواب سنائے (یعنی خواب کے حکم پر عمل نہ کرے اور پھر لوگوں کو اپنا خواب سناتا پھرے (یہ تو معاذ اللہ اپنے منہ مردود و نافرمان ہونے کا اعلان ہے) اور حیرت ہے دیو بند کے شیخ الاسلام و المسلمین نے حکم تسلیم نہ کر کے گویا اپنے مردود ہونے کا اعلان کیا ہے، یہ غصے کی بات نہیں، ایمان کا تقاضا ہے کہ حضور پرنور ﷺ کی نافرمانی کا اعلان کرنے والے کو جو مردود نہ سمجھے، وہ بھی مردود ہو جائے گا۔ خدا کے ہاں عزت کے حصول کا ایک ہی طریقہ ہے، جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا پر اپنی عزت قربان کردو، پھر دو جہان کی عزت تم پر نثار، اور اگر ان کی غلامی کو عزت کا باعث نہ سمجھو تو یہی بوجہلی ہے، یہ بولہبی ہے۔

(۱) محمد ﷺ عربی کابروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر او

(۲) محمد ﷺ عربی کابروئے کا ہر درسرا است
کسے کہ خاک درش ہست تاج بر سر او

پہلے اور دوسرے شعر کے پہلے پہلے مصرعے کا یہی ترجمہ ہے کہ حضور ﷺ دو جہاں کی عزت و آبرو کا مرکز محور ہیں پہلے شعر کا دوسرا مصرع کہتا ہے 'جو حضور ﷺ کی خاک در نہیں بنتا اس کے سر پہ مٹی' دوسرے شعر کا دوسرا مصرع، اعلان کر رہا ہے جو حضور ﷺ کے در کی مٹی بن گیا، اس کے سر پر تاج' سیاست میں نبی اُمّی رسول اکرم شفیع اعظم ﷺ کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر اپنی من مانی یا کسی اور کی من مانی کرنا نجد و دیو بند کے ہاں عام بیماری ہے۔ ابھی چند روز قبل دیوبندی مولانا اجمل قادری نے اسی نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے (جو اسی شمارے میں ایک دو جگہ اور بھی مذکور ہوا ہے) اخبار رپورٹ کے مطابق

''گذشتہ روز نواب زادہ نصر اللہ خاں کی رہائش پر صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے جے۔ یو۔ آئی (ق) کے سربراہ مولانا اجمل قادری نے کہا ہے کہ ہم نوابزادہ صاحب کو سیاست کا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں اور ان کی سیاست میں ایمان لانے کا اعلان کرتے ہیں (سر راہے)۔ نوائے وقت ۲۰ اگست ۲۰۰۳ء)

دیکھا نوابزدہ نصر اللہ خاں کا مرتبہ جس نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی تھی اور حکومت کسی کی ہو سوا (بے نظری کے) ہمیشہ ہر حکومت کے خلاف جلوس نکالے ہیں تا کہ کسی دور میں بھی وطن عزیز مستحکم نہ ہو سکے، کی پیغمبری پر اگر چہ سیاست میں ہی سہی، ایمان لانے کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ ہے ٹانڈوی صاحب کا فیض، انھوں نے نبی کریم رسول آخر الزماں ﷺ کی سیاسی رہنمائی سے بغاوت کی اور گاندھی کی غلامی اختیار کی یا ان کی اصطلاح میں اسے پیغمبر مان لیا اور قادری ہے نصر اللہ خاں کا امتی بن گیا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم واضح ہو اور نبی کو نبی مان کر بھی حکم نہ مانیں (کہ ایک شخص خدا کو خدا مان کر اس کے حکم سے روگردانی کی)، اس کی مثالیں بہت کم ہیں۔ اس لئے پہلے ایک اور واقعہ اسی قسم کا ہو، اسے ملاحظہ فرمائیں۔

''ابن ابی الدنیا مکائد الشیطان میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت لاتے ہیں کہ ابلیس نے حضرت موسیٰ سے التجا کی اور کہا کہ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اپنی رسالت کے واسطے پسند کیا اور ساتھ تیرے ہمکلام ہوا اور میں چاہتا ہوں کہ میں توبہ کروں میری شفاعت کرتا کہ حق تعالیٰ میری توبہ قبول کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا میں مشغول ہوئے۔ جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس کی توبہ بسبب شفاعت کے قبول کی مگر یہ کہہ کہ حضرت آدم کی قبر کی طرف سجدہ کرے تا کہ عفو تیری تقصیر کا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات ابلیس سے کہی۔ اس نے جواب میں کہا کہ جب آدم زندہ تھا، اس کو سجدہ نہیں کیا، اب مردہ کو کیونکر سجدہ کروں (الخ تفسیر عزیزی ع)

مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسیؔ علیہ الرحمہ

۱۹۳۹ء ــــــــــــ ۲۰۰۶ء

حیات، خدمات، کمالات

﴿نباض دوراں، مخدوم المحققین سید صابر حسین شاہ بخاری القادری﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مفکر اسلام، عاشق رسول حضرت پروفیسر محمد حسین آسیؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیائے اہل سنت کے ایک نامور، نڈر اور بیباک مجاہد تھے۔ آپ صاحب کردار، مصنف باکمال، ادیب بے مثال، صوفی باصفا تھے، آپ ایک دردمند اور باغیرت انسان تھے، آپ کی ساری زندگی جہد مسلسل میں گزری۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، تعلیمی ادارے قائم فرمائے اور نادار طلباو طالبات کے اخراجات اپنی جیب سے ادا فرمائے۔ ساری زندگی نہایت سادگی میں گزاری، نمود و نمائش اور فخر و تکبر سے کوسوں دور رہے، کالجوں میں تدریس کی تو انقلاب آفریں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ کالج میگزین ''عزم نو'' کے سیرت رسول نمبر، قرآن نمبر اور اسلام نمبر آپ کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ ہیں۔ آپ کی تصانیف میں ''انوار لاثانی'' کا کوئی ثانی نہیں۔ نعت گوئی میں بھی آپ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ تحریک شیران اسلام بنائی اور اہل سنت کو ''شیر'' بننے کی ترغیب دی، ''مجلّہ الحقیقہ'' ایک حقیقت بن کر مطلع صحافت پر طلوع ہوا۔ اس کے ہر ہر صفحہ بلکہ ہر ہر سطر سے آپ کے ''نالۂ دل'' کی فریاد و کناں محسوس کی جاسکتی ہے۔ اپنوں کیلئے شیر و شکر اور گستاخوں کیلئے تیغ مسلول سے کم نہ تھے راقم کا حلقہ احباب وسیع ہے زندگی میں کئی افراد سے تعلق رہا اور ہے لیکن حضرت آسی علیہ الرحمہ سے ازحد متاثر ہوا ہوں ان کو تسلیم و رضا میں جس طرح ڈوبا ہوا دیکھا شاید ہی کوئی اور ہو۔ ان کی ملاقات اور زیارت کر کے کیف و سرور محسوس ہوتا تھا آیئے آج کی نشست میں ان کی تابناک حیات، خدمات اور کمالات کے چند گوشے ملاحظہ فرمایئے اور ان کیلئے اور اس فقیر بے نوا کیلئے دعا فرمایئے۔ (احقر صابر حسین)

ولادت باسعادت: عمدۃ المحققین مفکر اسلام حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۹۳۹ء (بروز پیر کو) بمقام بکنور تحصیل پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور (انڈیا) میں ہوئی۔

اسم گرامی: جب آپ کی ولادت ہوئی والد گرامی اپنے پیرو مرشد حضور قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہٗ (م ۱۹۳۹ء) کی خدمت اقدس میں نومولود بچے کا نام رکھنے کی عرض کی تو قبلہ عالم نے فرمایا ''محمد حسین'' ''محمد حسن''، حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہٗ اس قدر سیف اللسان تھے کہ ہمیشہ دیکھنے میں آیا ہے کہ آپ نے جتنے نام بتائے اللہ تعالیٰ نے اتنے ہی بیٹے عطا فرمائے۔ یہاں بھی بعد میں ایک اور بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد حسن رکھا گیا جو شیر خوارگی میں ہی وصال کر گیا۔ (مجلّہ الحقیقہ حضور مفکر اسلام نمبر ستمبر ۲۰۰۶ ص ۱۶۱، سیرت حضور نقش لاثانی)

والدین: آپ کے والد گرامی چودھری قبلہ صوفی محمد مقبول علیہ الرحمہ (م ۱۹۵۶ء) ایک صوفی باصفا اور عالم باعمل تھے۔ مفکر اسلام اپنے والد گرامی کا تعارف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"والد ماجد اردو اور فارسی کے مایۂ ناز فاضل تھے بلکہ ایک صوفیٔ باصفا کے رنگ میں زاہد شب زندہ دار اور شرع و طریق کے ماہر اسرار بھی تھے وہ سخاوت کے دھنی، دل کے غنی اور سادگی و اخلاص کا پیکر تھے، اعلیٰ حضرت شہنشاہ لاثانی اور حضور نقش لاثانی کے دلدادہ تھے ان دونوں مقدس شخصیات کا ذکر اس ذوق وشوق سے فرماتے کہ سننے والے کے دل و دماغ بھی شمیم محبت سے معطر ہو جاتے سچی بات یہ ہے کہ والد مرحوم کا والہانہ انداز بیان اپنی مثال آپ تھا" (مجلہ الحقیقہ حضور مفکر اسلام نمبر ستمبر ۲۰۰۶ ص ۲۰، اوج نعت نمبر)

مفکر اسلام علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

"میرے والد مکرم چودھری محمد مقبول مرحوم جو میرے استاد بھی تھے، تاجدار فقر و رضا، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہٗ النورانی کے مرید صادق اور آپ کے اولین سجادہ نشین قیوم زمانی حضور پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہٗ کے پروردہ فیض تھے۔ پیر خانے سے انہیں جو سب سے بڑی دولت ملی تھی وہ محبت رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء کی متاع لازوال تھی۔ فرائض منصبی کے علاوہ سکول اور گھر میں اکثر ان کی محفل احباب گرم رہتی تھی۔ فارسی اور اردو پر خاصہ عبور تھا، حضرت مولانا روم شیخ سعدی، نظامی گنجوی، خواجہ حافظ، حضرت علامہ اقبال علیہم الرحمۃ کا اکثر نعتیہ کلام انہیں از بر تھا۔ پڑھتے وقت ان پر بھی وجد سا طاری ہو جاتا تھا اور سننے والے پر بھی (جن میں بعض ان پڑھ بھی ہوتے تھے) جھومتے تھے، یوں تو ان کے چھوٹے بڑے بیسیوں شاگرد تھے مگر لخت جگر ہونے کی وجہ سے مجھے ان کی صحبت میں رہنے کا زیادہ شرف ملا۔ اگر چہ اپنی قلت استعداد سے ان کے علم و فضل زہد و ورع، جود و سخا اور سادگی و بے نفسی کا وارث تو نہ بن سکا تاہم ان کے ذوق نعت کی چند جھلکیاں ضرور طبیعت کا جزو بن گئیں" (مجلہ اوج لاہور نعت نمبر جلد ا ص ۷۰۶)

چودھری محمد مقبول علیہ الرحمہ (م ۱۹۵۶ء) عاشق رسول، عارف کامل اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان پر اپنے پیر و مرشد کی نگاہ تھی یہی وجہ ہے آج آپ اپنے پیر و مرشد شہنشاہ لاثانی علیہ الرحمہ کے قدموں میں محو استراحت ہیں۔ مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رحمۃ اللہ علیہا (م ۱۹۸۶ء) بھی عارفہ کاملہ تھیں۔ اکثر قرآن کریم کی تلاوت میں رہتیں یا پھر وظائف میں مصروف رہتی تھیں۔ آپ کے در پر ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ کا چولہا کبھی نہ بجھا لنگر کا خاص اہتمام فرماتی تھیں۔

قابل رشک بچپن: مفکر اسلام حضرت قبلہ آسی علیہ الرحمہ کا بچپن قابل رشک تھا، دو سال کی عمر میں بھی رمضان المبارک کا احترام کرتے تھے اور دن کو دودھ وغیرہ کوئی چیز نہیں کھاتے پیتے تھے۔ عام بچوں سے الگ تھلگ رہتے تھے، کھیل کود سے کنارہ کش رہتے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، امانت، صداقت، سخاوت اور شرم و حیا کے پیکر تھے۔ جب آپ تیسری جماعت میں پڑھتے تھے، آپ کی ہمشیرہ صاحبہ (جانشین مفکر اسلام صاحبزادہ محمد عطاالحق نقشبندی کی والدہ ماجدہ) نے نہایت محبت سے آپ کیلئے سرخ رنگ کا ایک خوبصورت جوڑا سلوایا اور جب آپ کو پہنانے لگیں تو

آپ نے سرخ رنگ کا جوڑا پہننے سے انکار کر دیا کہ یہ رنگ مجھے پسند نہیں ہے، ہمشیرہ صاحبہ نے زبردستی پہنانے کی کوشش کی تو آپ زوردار چیخ مار کر رونے لگے۔ آپ کے والد ماجد نے تین چار سو گز کے فاصلے پر آپ کی چیخ و پکار سنی تو دوڑتے ہوئے آئے آکر جب ماجرہ دیکھا تو فرمانے لگے کہ" یہ بچہ حق کے راستے پر ہے تم اس کو سرخ رنگ کا جوڑا کیوں پہناتی ہو؟"

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدین سے حاصل کی۔ قرآن پاک ناظرہ بھی اپنے والد گرامی سے پڑھا۔ بعدازاں سکول میں داخل ہو گئے تیسری جماعت میں تھے کہ مملکت خداداد پاکستان کے قیام کا اعلان ہو گیا۔ چنانچہ آپ اپنے خاندان کے ہمراہ بکنور تحصیل پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور (انڈیا) سے ہجرت کر کے پھگواڑی تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال (پاکستان) آگئے اور یہاں سکونت اختیار کر لی۔ تیسری جماعت سے آٹھویں تک گورنمنٹ مڈل سکول پھگواڑی میں پڑھا۔ بعدازاں آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول شکر گڑھ میں داخلہ لیا، یہاں سے ۱۹۵۶ء میں نمایاں حیثیت سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۵۸ء میں جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ سے ایف اے کے امتحان میں مغربی پاکستان بورڈ میں دوئم پوزیشن حاصل کی۔

۱۹۶۰ء میں جناح اسلامیہ کالج سے گریجویشن اور ۱۹۶۱ میں ایجوکیشن کالج لاہور سے بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی جبکہ پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیات اور اردو میں ایم اے کیا۔

تصوف و طریقت کے اسباق اپنے پیر و مرشد حضور نقش لاثانی پیر سید علی حسین شاہ علیہ الرحمہ سے پڑھے۔ علامہ محمد مسلم بخش، غزالی دوراں علامہ سید سعید احمد کاظمی، محدث اعظم مولانا سردار احمد اور فیض ملت علامہ فیض احمد اویسی صاحب سے بھی ملاقات و زیارت اور استفادہ کا موقع ملا۔

بیعت و خلافت: آپ کو والد گرامی حضور نقش لاثانی پیر سید علی حسین شاہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں لے گئے، حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ نے آپ کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ لاثانیہ میں بیعت فرمایا اور ۱۹۸۶ میں سند خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ آپ نے احسن انداز میں اس سلسلہ عالیہ کو آگے بڑھایا۔

تدریس: یوں تو آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری، ۱۹۶۳ء میں گورنمنٹ پائیلٹ سیکنڈری سکول سے شعبہ تدریس کا باقاعدہ آغاز کیا، پنجاب کے مختلف شہروں مثلاً بہاولپور، پتوکی۔ علی پور چٹھہ، لاہور ڈسکہ، سیالکوٹ اور شکر گڑھ کے تعلیمی اداروں سے وابستہ رہے۔ آپ کے مشفقانہ طرز تخاطب اور حکیمانہ انداز گفتگو نے طلباء کو از حد متاثر کیا۔ آپ جہاں بھی رہے طلباء کیلئے مینارۂ نور بن کر رہے۔

شادی: آپ کی شادی آپ کے ماموں جان جناب محمد رفیق کی دختر نیک اختر سے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو انجام پائی۔ آپ بھی نہایت پارسا خاتون ہیں۔ جامعہ انوار لاثانی (طالبات) کا نظم و نسق آپ کے ذمہ ہے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں خواتین آپ سے مستفید ہوتی ہیں۔

مشاہیر تلامذہ: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ کی حقیقی اولاد نہ تھی لیکن معنوی اولاد کی کمی نہ تھی۔ معلوم نہیں کتنے معنوی فرزندوں کو آپ نے زیور تعلیم سے آراستہ کیا تھا۔ یقیناً ان کی تعداد سینکڑوں میں ہوگی آپ کے چندان تلامذہ کے نام دیئے جاتے ہیں۔ جو دنیائے علم و ادب میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں۔

1	ڈاکٹر ظفر اقبال نوری	مصنف، محقق، کالم نگار، مقرر
2	صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی	شیخ طریقت، مصنف، خطیب

3	مولانا محمد صدیق ضیاء	مصنف، مقالہ نگار، محقق
4	علامہ شفقات احمد نقشبندی	نقاد، عالم دین، محقق، خطیب
5	حافظ ابوابراہیم	محقق، مضمون نگار، عالم دین،
6	مولانا غلام مصطفٰے مجددی	مقالہ نگار، مصنف، محقق، مقرر، شاعر

خطابت: راقم کے ممدوح حضرت آسی علیہ الرحمۃ خطابت کے بھی شہسوار تھے۔ اسلامی تقریبات کے مواقع آپ کے خطبات دیدنی ہوتے تھے، بیسیوں مقامات پرآپ نے خطابت کے جوہر دکھائے تھے۔ان میں شکر گڑھ، علی پور چٹھہ، بہاولپور اور سیالکوٹ قابل ذکر ہیں۔آپ کے دستیاب شدہ خطابات کو کتابی شکل میں یکجا کیا جارہا ہے۔ جو ہر مہینہ میں مجلّہ الحقیقہ میں شائع ہورہا ہے۔

تقریبات: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ سال بھر میں مختلف اسلامی تقریبات کو نہایت شایان شان طریقے سے مناتے تھے۔ان میں عید میلاد النبی ﷺ، معراج النبی، یوم شہدائے کربلا، ایام خلفائے راشدین، گیارہویں، عرس لاثانی، یوم مجدد الف ثانی، یوم رضا اور دیگر مشائخ عظام کے اعراس شامل ہیں۔

تحریک شیران اسلام اور ''الحقیقہ'': یکم جنوری ۲۰۰۰ء میں جب آپ ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ان دنوں میں وہابیوں کی تنظیم لشکر طیبہ کے زیراہتمام ایک ''مجلّہ الدعوۃ'' شائع ہوتا تھا۔اس میں وہابیوں نے جب عالم اسلام کی جلیل القدر شخصیات کو نشانہ تضحیک و تکفیر بنایا..........تو مفکر اسلام کا قلب وجگر گرمایا..........آپ نے اہلسنت کو خواب غفلت سے جگایا..........''تحریک شیران اسلام'' کا قیام عمل میں لایا..........اور ''مجلّہ الحقیقہ'' کا اجراء فرمایا،..........گستاخان نے آپ کو ڈرایا..........دھمکایا، اہل سنت کا یہ ''شیر'' باز نہ آیا..........آپ کے پائے استقامت ذرا نہ ڈگمگایا..........'الحقیقہ'' ایک حقیقت بن کر سامنے آیا..........گستاخ اور آزاد لیڈروں کو مار بھگایا..........''الحقیقہ'' کا ہر اداریہ ان پر برق بن کر آیا..........جو بھی حضرت آسی علیہ الرحمہ کے اثر خامہ کو دیکھے گا..........یہی پکارے گا کہ حضرت آسی تو ''شیر'' بن کر آیا۔

ادارے: حضرت آسی علیہ الرحمہ امت مسلمہ کی زبوں حالی پر خون کے آنسو روتے تھے۔آپ نے مسلمان طلباء وطالبات کی اصلاح احوال اور تعلیم وتربیت کیلئے بیسیوں ادارے قائم فرمائے۔ جہاں علم وادب کی آبیاری جاری ہے۔ان فعال اداروں میں چند نام یہ ہے۔

1	نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی شکر گڑھ	2	نقش لاثانی نگر برائے طلباء وطالبات
3	جامعہ انوار لاثانی نقش لاثانی نگر (طلباء وطالبات) شکر گڑھ	4	نقش لاثانی ہائی سکول نقش لاثانی نگر
5	نقش لاثانی ہائی سکول مقام شکر گڑھ	6	نقش لاثانی ہائی سکول مونن شکر گڑھ
7	نقش لاثانی پبلک ہائی سکول نزد جناح سٹیڈیم سیالکوٹ	8	نقش لاثانی ہائی سکول ایمن آباد روڈ سیالکوٹ
9	جامعہ انوار لاثانی پنڈی سینیاں شکر گڑھ	10	نقش لاثانی کالج پنڈی بوہڑی شکر گڑھ
11	جامعہ انوار لاثانی لگوال منہاساں		

احقاق حق: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ نے احقاق حق اور ابطال باطل میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔آپ ہر وقت فتنوں کے تعاقب میں

لگے رہتے تھے۔ تمام باطل فرقوں کے رد میں آپ نے قلم اٹھایا ان میں دیوبندیت، وہابیت، رافضیت، مودودیت اور قادیانیت خاص طور پر شامل ہیں۔ یہ موضوع ایک تفصیلی مقالہ کا متقاضی ہے۔

نعت گوئی:

شاعر محبت حضرت آسؔی علیہ الرحمہ کو اگرچہ ذوق نعت ورثہ میں ملا تھا لیکن شکر گڑھ میں طالب علمی کے دوران آپ کے ذوقِ نعت کو مزید جلا ملی۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

''ڈی بی ہائی سکول شکر گڑھ میں داخل ہوا تو علاقے کے نامور بدیہہ گو شاعر مولانا نور عالم خالد مرحوم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی شاعری کے وسیع میدان میں نعت کی گونج زیادہ تھی۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر چودھری غلام حسن طور بھی بلند پایہ کے شاعر تھے، ان دو حضرات نے مجھ پر خصوصی نظر لطف رکھی جماعت سوم میں ہی آپ نے نعتیہ شعر لکھنے شروع کر دیئے تھے۔ بعد ازاں آپ ایک نامور نعت گو شاعر کے طور پر متعارف ہوئے۔ آپ نے اردو، فارسی اور انگریزی میں بھی نعت گوئی کا شرف حاصل کیا ہے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں آپ کا اکثر کلام ضائع ہو گیا تھا۔ لیکن پھر بھی آپ کا بقایا کلام ہزاروں صفحات میں جمع کیا جا سکتا ہے، کلیات آسؔی کے نام سے آپ کا کلام جمع کیا جا رہا ہے۔ مختلف رسائل و جرائد میں آپ کا کلام شائع ہوا ہے۔ ان میں ''انوار لاثانی''، ''الحقیقہ'' خاص طور پر شامل ہیں۔ کتابی صورت میں ''تبرکات حرمین''، ''ہمارا نبیؐ''، ''نغمات میلاد'' شائع ہو چکا ہے، آپ کے کلام میں حمد و نعت کا حسین امتزاج ہے۔ آمد ہی آمد ہے آورد نام کی کوئی چیز نہیں۔ جب بھی محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یاد ستاتی تو آپ کی زبان پر نعت آئی۔ اسی لئے آپ کے کلام میں عشق رسالت مآب ﷺ کے عناصر غالب ہیں۔ مدینہ منورہ میں جب داخل ہوتے اور بس سے اترتے ہی آپ کی زبان پر نعت کے اشعار جاری ہو گئے۔

ہر کہیں فیضانِ دربارِ نبی　　ہر کوئی مہمان دربارِ نبی
نعمتیں ملتی ہیں سب کونین کی　　واہ دسترخوانِ دربارِ نبی
دوجہاں کے فیض کا مرکز ہے یہ　　دوجہاں قربان دربارِ نبی
چارہ سازی، دلکشائی، رہبری　　واہ وا سامان دربارِ نبی
شیخ کا صدقہ ہے یہ شرفِ قبول　　میں کہاں شایان دربارِ نبی
نقشِ لاثانی پہ آسؔی ہے فدا　　واہ اے دربان دربارِ نبی

(تبرکاتِ حرمین ص ۷۵)

آپ کی نعت گوئی کے حوالے سے ایک مقالہ ''حضرت آسی کی نعت گوئی'' زیر ترتیب ہے۔

زیارتِ حرمین شریفین: عاشقِ رسول حضرت آسؔی علیہ الرحمہ کو دو مرتبہ حجِ بیت اللہ شریف اور مدینۃ الرسول میں بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ پہلی مرتبہ ۱۹۷۶ء میں اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور ''تبرکاتِ حرمین'' لے کر آئے۔ دوسری مرتبہ ۲۰۰۰ء میں حاضری دی۔ دونوں اسفار کی ایمانی و روحانی کیفیات کو آپ نے منظوم صورت میں قلم بند کیا ہے۔

فنافی الرسول ﷺ: حضرت آسی علیہ الرحمۃ فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔اس پر آپ کے رشحاتِ قلم شاہد عدل ہیں۔یہاں صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہےاوروہ میرے دعوے کی صداقت کے لئے کافی ہے۔

عزمِ نو"سیرت رسول نمبر" کے آغاز میں انتساب کے الفاظ "گرقبول افتدز ہےعزوشرف" کے عنوان سے لکھتے ہوئے جب آقا ومولا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کا اسمِ گرامی لکھتے ہیں تو ساتھ ساتھ آپ کے اوصاف و کمالات کو القابات کی صورت میں نہایت خوبصورت انداز میں صفحہ قرطاس پرلاتے ہیں۔پڑھئے اورجھوم جھوم جایئے:

"صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ وسلم ہاں ہاں آفتاب چرخ ہدایت،تاجدار ملک ہدایت،مطلع نبوت،مقطع نظم رسالت،اورنگ نشین اصالت،زیب فرق سیادت،مخزن امامت وامارت،وجہ وجیہ خلقت،راز آشنائے مشیت،پیغمبر دین فطرت،شہکار کمال قدرت،خواجہ کون ومکاں،باعث چنیں وچناں،روح رواں دوجہاں،مقصود بجود قدسیاں،اصل اصول گہیاں،خروعرش نشاں"

فنافی الشیخ: مرید صادق حضرت آسی علیہ الرحمہ فنافی الشیخ تھے،آپ اپنے پیرومرشد حضرت نقش لاثانی پیر سید علی حسین شاہ علیہ الرحمہ کی یاد میں مستغرق رہتے تھے۔نثر یا نظم،حمد ہو یا نعت اپنے پیرو مرشد کے وسیلہ کے بغیر نہیں کرتے ،اپنی اکثر تصانیف کا انتساب بھی آپ نے اپنے پیرو مرشد کے نام کیا ہے۔آپ نے اپنے ولی نعمت کی حیات،خدمات اور کمالات پر قلم اٹھایا تو پندرہ سو صفحات سے بھی تجاوز کر گئے۔

اعلیٰ حضرت سے عقیدت: امام عاشقاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) سے آپ کی عقیدت ومحبت دیدنی تھی۔آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کئی نعتوں،تضمین لکھی ہے،کئی نعتوں کی زمین اور ردیف و بحر میں بھی خامہ فرسائی کی ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے حسن طلب سے بہت زیادہ متاثر تھے اس پر آپ نے ایک مقالہ بھی لکھا ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جن فرقوں کا رد فرمایا تھا،آپ بھی زندگی بھران فرقوں کے تعاقب میں مصروف رہے۔اصلی سنی حنفی کی پہچان کراتے ہوتے آپ فرماتے ہیں:

"گویا جس کا عقیدہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے وہی سنی حنفی ہے اور جو ان کے برخلاف ہے سنی حنفی نہیں"(حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل ص ۳۸)

حب الوطنی: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ ایک سچے اور سچے محبِ وطن تھے۔مملکت خداداد پاکستان کے خلاف جس نے بھی کوئی بات کی آپ نے اس کا تعاقب کیا،آپ کے شدت جذبات قابل دیدنی ہوتے تھے۔مصور پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستانی قائداعظم سے آپ کی محبت ضرب المثل تھی۔اس پر"الحقیقہ" کے صفحات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔راقم نے جب قائداعظم کی حمایت میں قلم اٹھایا اور"قائداعظم کا مسلک" نامی کتاب مرتب کی تو آپ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں اور اسے وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔

نقش لاثانی لائبریری: آپ نے اپنے ذخیرہ کتب کو اپنے پیرومرشد کی یاد میں"نقش لاثانی لائبریری" قرار دیا۔راقم نے آپ کی اس عظیم لائبریری کی زیارت کر کے آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں۔لائبریری میں لاکھوں روپے کی کتابیں موجود ہیں۔ان میں عربی،فارسی،اردو،پنجابی اورانگریزی زبانوں میں کتابیں ملتی ہیں۔آپ سفر میں ہوں یا حضر میں چند کتابیں آپ کے ہمراہ ضرور ہوتیں۔جب بھی کہیں سفر پر نکلتے تو واپسی کئی نئی کتابیں

ضرور لے کر آتے۔ ۲۰۰۰ء میں دوسری مرتبہ جب سفر حرمین شریفین کیلئے گئے اور جو رقم بقایا بچی جو تقریباً ۳۶ ہزار روپے تھی۔ اس ساری رقم کی کتابیں خرید لائے۔ نقش لاثانی لائبریری آپ کے ذوق مطالعہ کی عکاسی کرتی ہے۔

دنیا سے بیزاری: آپ دنیا میں رہے لیکن آپ نے دنیا سے دل نہیں لگایا۔ جو بھی رقم ہوتی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ ''مولانا غلام مصطفیٰ مجددی عینی شاہد ہیں۔ آپ کی زبانی سنئے:

''اس راقم عاجز کو آپ کی بارگاہ میں پندرہ سال کا طویل عرصہ گزارنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے نوٹ گنتے نہیں دیکھا۔ اس ہاتھ سے وصول کرتے تو دوسرے ہاتھ سے خرچ فرما دیتے۔ سخاوت بام کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ آبائی زمین ستائیس ایکٹر کے لگ بھگ ہے ساری کی ساری زمین خدا اور عشق مصطفےٰ کے فروغ کیلئے وقف کر دی۔ صبح دوپہر شام کو بیسیوں طلباء اور مہمان آپ کے دسترخوان پر کھانا تناول کرتے تھے۔ آپ لوگوں پر خرچ کر کے از حد خوش ہوتے تھے۔ بعض اوقات لوگوں کی حاجات پوری کرنے کیلئے قرض لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے'' (الحقیقہ مفکر اسلام نمبر ستمبر ۲۰۰۶ ص ۱۶۷)

معمولات: آپ کے روزانہ معمولات میں قرآن کریم کی تلاوت کے پانچ رکوع، درود شریف ...... سورہ مزمل شریف، اور سورہ یٰسین شریف، درود مستغاث شریف، نماز فجر سے لے کر نماز اشراق تک تمام اوراد نقشبندیہ کا اہتمام فرماتے۔ سفر وحضر میں ختم خواجگان کا انتظام کرتے تھے۔ نماز کے اوقات کا خیال رکھ کر سفر کرتے تھے، دوران سفر فرض نماز تو کیا تہجد بھی قضا نہیں ہونے دیتے تھے۔

حسن صورت وسیرت:

مدیر الحقیقہ نے آپ کی سراپا نگاری کچھ اس انداز میں پیش کی ہے:

''درمیانے قد بر بنائے انکسار وخم، گول چہرہ دائرہ شریعت کا ترجمان، آنکھوں میں شرم وحیا اور معرفت کی قندیلیں روشن، عجز و انکسار مگر وقار کے آثار، محاسن میں پاکیزگی کا حسن، سرخ وسفید چہرے پر طمانیت کی جھلک اور گھنی داڑھی کا حصار دیکھنے میں صوفی ودرویش، افعال میں مرد قلندر، مجاہد اسلام، طبع میں جلال جیسی خاموشی، بولنے میں کمال کی مٹھاس، ایسا مجاہد اسلام جس کے نعرۂ حق سے کفار لرزہ براندام، جس کے اشارہ ابرو پر جانثاری کے خدام کا ہجوم، امت کی حالت زار پر جس کا دل پریشان، چہرہ مغموم، بے سہاروں، بے بسوں، یتیموں، مسکینوں اور مفلسوں کا دلداہ، حق وصداقت کا نشان، جودوسخا کی آبشار، غیرت ایمانی کی علامت، شوکت اسلام کا علمبردار'' (الحقیقہ مفکر اسلام نمبر ستمبر ۲۰۰۶ ص ۱۴)

مفکر اسلام اپنی تصانیف کے آئینے میں: مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمہ الباری بیک وقت ایک استاد، محقق، نقاد، نثر نگار، اور بلند پایہ کے شاعر تھے۔ اس پر آپ کی تصنیفات شاہد عدل ہیں۔ راقم کے علم میں آپ کی جو تصنیفات آتی ہیں ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

1: انوار لاثانی: یہ عظیم اور ضخیم کتاب پانچ سو سے زائد صفحات اور ۱۶ ابواب پر مشتمل ہے۔ قطب العارفین حضور قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ کی حیات وخدمات کو کچھ ایسے دلنشیں پیرائے میں قلمبند فرمایا ہے کہ قاری پڑھنا شروع کرے تو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، دینی ادب

میں ایک گراں قدر اضافہ اور تصوف پر ایک بہترین کتاب ہے۔ (اس پر تبصرہ ایک الگ مقالے کی صورت میں لکھا جائے گا۔ انشاء المولیٰ۔ صابر)

2: سیرت حضور نقش لاثانی: اس عظیم کتاب میں حضور قبلہ پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہٗ کی حیات، خدمات اور کرامات کو احسن انداز میں صفحۂ قرطاس پر لایا گیا ہے۔ بقول ممنون احمد آسیؔ: یہ تقریباً پندرہ سو صفحات پر مشتمل ہے اور اس لحاظ سے ضخیم ترین کتاب ہے۔ ابھی تک یہ غیر مطبوعہ ہے۔ اللہ کرے یہ جلد شائع ہو تاکہ آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

3: سیرت حضور نقش لاثانی (برکات وکرامات) سیرت حضور نقش لاثانی کے ایک اہم باب ''برکات وکرامات'' کو الگ کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس باب میں حضور قبلہ سید علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہٗ کی کرامات اور برکات کو منفرد انداز میں پیش کر کے آپ کے روحانی مقام ومرتبہ سے روشناس کرایا ہے۔ کتاب خوب ہی نہیں بلکہ خوب تر ہے۔

4: توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات: یہ ایک طویل مقالہ ہے جو ان لوگوں کے رد میں لکھا گیا ہے جو محبوبانِ خدا کے کمالات و کرامات کو توحید کے منافی خیال کرتے ہیں اس مقالہ سے آپ کے وسعت مطالعہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، قرآن وحدیث پر آپ کی دسترس کا مظہر ہے، پہلے پہل یہ ''مجلّہ الحقیقہ''میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ بعد میں اس کو کتابی صورت میں شائع کر کے افادۂ عام کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔ اب تک اس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تیسری جلد شائع ہونے والی ہے۔

5: تبرکات حرمین شریفین: ۱۹۷۶ء میں مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسیؔ علیہ الرحمہ کو اپنے پیرومرشد کی نظر توجہ سے سفر حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اس دوران مدینہ منورہ کی روحانی اور نورانی فضاؤں میں اور مواجہہ شریف حاضری کے دوران اشعار کا جو ورود ہوا اسے آپ نے ایک ڈائری میں کرلیا۔ بعد ازاں یہ ڈائری کہیں گم ہوگئی۔ سفر سے آتے ہی چند نعتیں اور نظمیں جو آپ کو یاد تھیں ایک دوسری نوٹ بک میں نقل کر دیں اور بعد ازاں تبرکات حرمین شریفین'' کے نام سے شائع فرما دیں۔ یہ سارا کلام ''الہامی''معلوم ہوتا ہے۔ اس میں زیادہ کلام ۲۰۰۰ء میں جو آپ نے حج کیا اس کا ہے۔

6: حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل: ضخیم کتاب سیرت حضور نقش لاثانی قدس سرہٗ النورانی کے ایک اہم باب'' موجودہ فرقہ واریت اور حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل''وقت کی ضرورت کے پیش نظر الگ کتابی صورت اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ فرقہ واریت اسباب و محرکات کے تناظر میں اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

7: نغمات میلاد: ربیع الاول ۱۴۲۵ھ میں شاعر محبت مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسیؔ علیہ الرحمہ عید میلاد النبی ﷺ کی آمد پر پر فرط جذبات میں ''نغمات میلاد'' پیش کرنے لگے اور پھر سارا ماہ نغمات میلاد میں گزرا۔ ۱۴۲۵ھ کے ربیع الاول میں جو کلام آپ کی زبان فیض ترجمان پر صادر ہوا اسے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔

8: حضور ﷺ کے والدین: 1999ء میں یہ خبر وحشت اکثر مسلمانوں کے قلوب پر برق بن کر گری کہ نجدیوں نے ام حبیب خدا حضور سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر انوار کو ابواء شریف میں شہید کر دیا ہے۔ مفکر اسلام علیہ الرحمہ اس سانحہ فاجعہ کو سن کر مرغ بسمل کی طرح تڑپے اور قلم اٹھایا ''حضور ﷺ کے والدین کریمین'' کی غیرت وناموس کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے جذبات واحساسات کو کتابی صورت میں

لا کر شائع فرمادیا

9: **حضرت مجدد الف ثانی کی مجددیت وقیومیت:** یہ مدلل اور بے مثال کتاب حضرت مجدد الف ثانی کی مجددیت و قیومیت پر اعتراضات کے جواب میں ترتیب دی گئی ہے۔ اپنے موضوع پر لاجواب تصنیف ہے۔

10: **میلاد اور بعض روایات:** مشہور کانگریسی لیڈر ابوالکلام آزاد کی ایک زہریلی تحریر کے تعاقب میں یہ کتاب سامنے آئی۔ آپ نے ابوالکلام آزاد کا تعاقب کرنے کا حق ادا کر دیا۔

11: **حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت:** ہر دور میں حق و باطل کی جنگ جاری رہی۔ نواسہ رسول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدیوں کے خلاف کلمہ حق بلند کیا اور اپنے کنبہ سمیت جام شہادت نوش فرمایا۔ ستم ظریفی اور ظلم کی انتہا ہے کہ عصر حاضر میں بھی یزیدیوں کے ہم نوا سامنے آگئے ہیں اور انہوں نے یزید کی محبت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات لکھے۔ مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں قلم اٹھایا اور محبِ آل رسول ہونے کا ثبوت دیا۔

12: **عقیدہ توحید ورسالت:** ہم نہایت پر فتن دور سے گزر رہے ہیں، مختلف فرقوں نے عقیدہ توحید ورسالت کو کچھ اس انداز میں پیش کیا ہے کہ انھیں اپنے سوا تمام مسلمان مشرک نظر آتے ہیں۔

مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے قرآن واحادیث اور ارشادات بزرگان دین کی روشنی میں ''عقیدہ توحید ورسالت'' کو واضح فرمایا ہے اور ثابت فرمایا ہے کہ ہم اسی عقیدہ توحید ورسالت پر گامزن ہیں جو انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے۔

13: **شاہ ابرار زندہ ومختار:** سرکار دوجہاں رحمت عالمیاں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ زندہ ومختار ہیں۔ یہی ساری امت کا عقیدہ ہے۔ اس مسلمہ اور اجتماعی عقیدہ کے خلاف حمایتیوں کا ایک ٹولہ سامنے آیا ہے جو اپنی خرافات وبکواسات کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کے قلوب واذہان کو متزلزل کرتے ہیں۔ ان کی خرافات کے جواب میں مفکر اسلام علیہ الرحمہ خامہ حرکت میں آیا اور ''شاہ ابرار وزندہ مختار'' کا مژدہ جانفزا سنایا۔

14: **سورج الٹے پاؤں پلٹے:** نبی کریم رؤف رحیم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں۔ ان معجزات میں سورج واپس لٹانے کا معجزہ بھی شامل ہے جو مقام صہبا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر کے سلسلہ میں صادر ہوا تھا۔ معجزات مصطفیٰ ﷺ کے منکرین نے اس عظیم معجزہ کا انکار کیا تو حضرت آسی علیہ الرحمہ نے ''سورج الٹے پاؤں پلٹے'' کے عنوان سے اس معجزہ کو مدلل طور پر ثابت فرمایا۔

15: **آؤ میلاد منائیں:** یہ مقالہ محبّ الرسول مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ نے محبت رسول میں ڈوب کر قلم بند فرمایا ہے۔ کوثر و تسنیم میں ڈوبی ہوئی زبان ہے اسمیں آپ نے عید میلاد النبی ﷺ کو احسن انداز میں منانے کی ترغیب دلائی ہے اور بارہ ربیع الاول شریف کو تاریخ کائنات کا سب سے بڑا دن قرار دیا ہے۔

16: **سیرت نبوی کا پیغام عصر حاضر کے نام:** یوں تو اس عنوان پر کئی قلمکاروں کے شہ پارے نظر نواز ہو چکے ہیں لیکن حضرت آسی علیہ الرحمہ نے انوکھے اور ایسے انداز میں قلم اٹھایا اور فرمایا ''سیرت النبی ﷺ وصال تک ہی محدود نہیں بلکہ کی اس پہنائیاں صبح قیامت تک پھیلی ہوئی ہیں'' ضرورت امر کی ہے کہ اس مقالہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے او سیرت نبوی کا پیغام دور دور تک پہنچایا جائے۔

17: اتحادِ ملت کی ضرورت وصورت: اس موضوع پر بھی مختلف قلمکاروں نے اپنے اپنے انداز میں لکھا ہے لیکن میرے ممدوح نے لکھا اور لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ اتحادِ ملت کی ضرورت پر نہ صرف زور دیا بلکہ اس کی صورت پر بھی روشنی ڈالی اور ان تمام اسباب وواقعات کو احاطہ تحریر میں لایا جن کی بنا پر اتحاد کی صورت نکل سکتی ہے۔ یہ مقالہ ''الحقیقہ'' میں قسط وار شائع ہوا۔ اب اس کو الگ کتابی صورت میں شائع ہونے کی ضرورت ہے۔

18: ہمارا نبی ﷺ: امام عاشقان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۱ء) کی شہرہ آفاق نعت جس کا مطلع ہے ۔

سب سے اولی واعلیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا ووالا ہمارا نبی

اس نعت کی ردیف اور بحر میں مختلف شعرائے کرام نے خامہ فرسائی کی ہے لیکن جب حضرت آسی علیہ الرحمہ اس جانب متوجہ ہوئے تو فیض رضا میں اس نعت شریف کی ردیف، زمین اور بحر میں لکھتے چلے گئے۔ ستائیس نعتیں لکھ ڈالیں۔ اس مجموعہ میں یہ تمام نعتیں حروف تہجی کی ترتیب سے موجود ہیں۔ نعتیں کیا ہیں۔ الہامی کلام لگتا ہے۔ آمد ہی آمد ہے۔ بار بار اور جھوم جھوم کر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

19: مردانِ حق اور راہِ حق: اس کتاب میں ''مرادن حق اور راہ حق'' کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مردان حق کون ہیں، اور راہ حق کیا ہے ان دو سوالوں کے شامی جواب دیئے گئے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مردان حق بعد از وصال بھی روحانی طور پر زندہ ہیں اوان سے فیضیابی ہوسکتی ہے۔ اور مردان حق کے تذکرے ''راہ حق'' پر گامزن رکھتے ہیں۔

20: اسلام اور شیطان کے سپوت: ہر دور میں اسلام اور شیطان کے سپوت موجود رہے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے سپوتوں سے وابستہ رہیں اور شیطان کے سپوتوں سے کنارہ کش رہیں۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ نے اسلام اور شیطان دونوں کے سپوتوں کی پہچان کرادی ہے۔ دونوں کے کردار سے آگاہ کر دیا ہے۔ یہ مقالہ ''الحقیقہ'' میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔ ضرورت ہے اس کو احسن انداز میں کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے۔

21۔ میو ہسپتال لاہور میں چند روز: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ نے علالت کے دوران میو ہسپتال لاہور میں جو دس روز گزارے، ان ایام میں آپ نے مختلف احوال کا بے لاگ تجزیہ کیا، مختلف افراد کی سیرت وکردار پر مخلصانہ تبصرہ فرمایا، ایمان اور اسلام کے بنیادی تقاضے، تبلیغ وتذکیر کے ظاہری اور باطنی مظاہر کو قلم بند فرما کر اپنی حیات کے ایک باب کو وا کیا ہے۔ یہ آپ بیتی نہایت دلچسپ اور ایمان افروز پیرائے میں لکھی گئی ہے۔ الحقیقہ مئی 2004 میں شائع ہو چکی ہے۔ الگ کتابی صورت میں عنقریب شائع کر دی جائے گی۔

22۔ تفسیر سورۃ اخلاص: حکیم الامت ڈاکٹر علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی مثنوی ''رموز بیخودی'' کو نہایت عارفانہ اور صوفیانہ انداز میں منظوم اردو ترجمہ میں پیش کیا ہے۔ اسے سورۃ اخلاص کی بہترین منظوم تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ اسے ادارہ تعلیمات مجددیہ شکر گڑھ نے بھی شائع کیا ہے۔

23۔ لاثانی لغات القرآن: ۱۷ اگست ۲۰۰۶ء کو جب راقم آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا آپ کی ''لاثانی لائبریری'' کو دیکھا تو آپ کے قلمی مخطوطات کی زیارت بھی کی۔ ممنون احمد آسوی نے ''لاثانی لغات القرآن'' کی زیارت کرائی۔ یہ آپ کے قلم سے صاف اور شفاف صورت میں موجود ہے۔ قرآنیات میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ ممنون احمد آسوی سے راقم نے کہا تھا کہ اسے اسی صورت میں شائع کر دیا جائے تو اس کی

خوبصورتی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ بہرکیف اس کی اشاعت از حد ضروری ہے۔

24۔تقدیمات حضرت آسی: حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے اپنی کتب اور دیگر کتب پر جو تقدیمات رقم فرماتی ہیں ان کو اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ تقدیم کے ساتھ ہر کتاب اور مصنف کا مختصر تعارف بھی کرایا گیا ہے۔ یہ کام راقم نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

25۔انتسابات حضرت آسی: حضرت آسی علیہ الرحمہ اپنی ہر تصنیف اور خاص نمبر کے آغاز میں مختلف عظیم شخصیات کے نام جو انتساب کے الفاظ رقم فرماتے ہیں۔ ان کا انداز منفرد اور دل موہ لینے والا ہے۔ یہ اردو ادب میں عظیم شہ پارے ہیں۔ ان تمام انتسابات کو کتابی صورت میں جمع کیا جا رہا ہے۔ ہر کتاب اور جس کے نام انتساب ہے کا مختصر تعارف بھی دیا جا رہا ہے۔ راقم یہ کام اپنے ذمہ لیتا ہے۔ (ان شاءاللہ)

26۔خطبات حضرت آسی: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ نے مختلف مواقع پر جو تاریخی خطبات ارشاد فرماتے ہیں۔ ان کو اہل محبت کے لئے کتابی صورت میں گلدستہ کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

27۔مقالات میلاد: میلاد شریف کے موضوع پر آپ کے گراں قدر مقالات کو ایک خوبصورت گلدستہ کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

28۔مقالات حضرت آسی: اس میں مختلف موضوعات پر آپ کے مقالات کو کتابی صورت میں یکجا کیا جا رہا ہے۔ جو مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

29۔لاثانی درس القرآن: نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی میں مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ نے جو 'دروس القرآن' رہتے ہیں ان تمام کی تفصیل 'لاثانی درس القرآن' میں موجود ہے۔ ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

30۔تضمین "واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا":

امام عاشقاں اعلیٰ حضرت امام قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) کی مشہور نعت جس کا مطلع ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اس پر مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ نے تضمین لکھی ہے اور خوب لکھی ہے۔ ذرا مطلع ملاحظہ فرمائیے۔

رب کی ہر دولت و نعمت پہ ہے قبضہ تیرا نام یونہی تو نہیں قاسم نعما تیرا
تو غنی اور ہے محتاج زمانہ تیرا واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا"

راقم کی خواہش تھی کہ آپ سلام رضا پر تضمین لکھیں آپ نے حامی بھی بھر لی لیکن زندگی نے مہلت نہ دی اللہ محولہ بالہ تضمین کو الحقیقہ میں شائع کرا دیا۔ الگ کتابی صورت میں بھی شائع کیا جائے گا۔

31۔کلیات حضرت آسی: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ کے تمام بکھرے ہوئے کلام کو کلیات حضرت آسی کے نام سے خوبصورت انداز میں لایا جا رہا ہے۔ یہ کام ممنون احمد آسوی کر رہے ہیں۔ تقریباً ایک ہزار صفحات میں یہ کام آئے گا۔ ان شاءاللہ

32:اداریات حضرت آسی: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ نے مختلف ادوار میں مختلف رسائل میں مختلف موضوعات جو اداریئے قلم بند فرمائے ہیں۔ وہ سنی صحافت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ان تمام اداریات کو کتابی صورت میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

33۔ملفوظات حضرت آسی: عاشق رسول پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر لمحہ نہایت تابناک ہے۔ افسوس آپ کے تمام ملفوظات کو محفوظ نہ رکھا جا سکا۔ البتہ زندگی کے آخری چند سالوں میں راقم کے کرم فرما ممنون احمد آسوی نے آپ کے ملفوظات کو محفوظ کیا ہے۔ ملفوظات کی دنیا میں یہ گراں قدر اضافہ ہے۔

34۔مکاتیب حضرت آسی: حضرت آسی علیہ الرحمہ نے وقتاً فوقتاً مکاتیب کو بھی ذریعہ تبلیغ بنایا تھا۔ افسوس آپ کے تمام مکاتیب کو محفوظ نہ رکھا جا سکا۔ البتہ ممنون احمد آسوی نے آپ کے کچھ مکاتیب کو حرز جاں بنایا ہوا ہے۔ اگر کسی قاری کے پاس مفکر اسلام رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی مکتوب ہو تو وہ الحقیقہ کے پتے پر ارسال کر دیں تا کہ اس کو مجموعہ میں شامل کیا جا سکے۔

35۔تجلیات احادیث جامع مسجد خاتون جنت شکر گڑھ میں ہر سال رمضان المبارک میں مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ درس احادیث دیتے تھے۔ ان درس کو ''تجلیات احادیث'' کے نام سے کتابی صورت میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ طباعت کی تیاری جاری ہے۔

36۔مناقب حضرت آسی: اس میں خلفائے راشدین اور اہل بیت اطہار اور مشائخ عظام کی شان میں حضرت آسی علیہ الرحمہ کے لکھے گئے تمام مناقب کو ایک گلدستہ کی صورت میں یکجا کر دیا گیا ہے۔

37۔حق بیانی نعتیہ کلام اور مناقب کے علاوہ حضرت آسی علیہ الرحمہ کا متفرق کلام ''حق بیانی'' کے نام سے یکجا ہے۔ حضرت آسی نے اصلاح معاشرہ اور ارباب سیاست کی اصلاح کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی متفرق کلام میں ''ایسے پیر کی ایسی تیسی اور'' اے ہمارے بادشاہو، اے وزیرو، حاکمو'' کو کافی شہرت ملی ہے۔

38۔نعت رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس ایمان افروز مقالہ میں حضرت آسی علیہ الرحمہ نے عہد نبوی میں نعت گو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نعتیہ کلام عنوانات اور تراجم کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس سے صحابہ کرام کے عقائد و نظریات کا بھی پتہ چلتا ہے۔

39۔منظوم ترجمہ قصیدۃ النعمان: امام الائمہ سراج الائمہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشہور ''قصیدۃ النعمان'' کا نہایت خوبصورت انداز میں منظوم اردو ترجمہ فرمایا ہے۔

40۔اسلام کے اصول: مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی انگریزی کتاب کا عام فہم اور آسان اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب بار بار شائع ہو چکی ہے۔

41۔انسانی مسائل کا حل: یہ کتاب بھی اصل میں مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی انگریزی کتاب کا رواں دواں اردو ترجمہ ہے۔

42۔مرزا قادیانی کا مختصر تعارف مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ نے تحریک شیران اسلام کے زیر اہتمام مرزائیت کے رد میں کافی لٹریچر شائع کر کے عام کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے خود بھی ایک مقالہ ''مرزا قادیانی کا مختصر تعارف' رقم فرما کر شائع فرمایا تھا۔ تفصیل کیلئے راقم کے

مقالہ ''ردقادیانیت میں مفکر اسلام کا کردار'' کا انتظار فرمائیے۔ ان شاءاللہ اس میں آپ کی خدمات کی تفصیل آجائے گی۔

کالج میگزین: مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ جہاں بھی گئے وہاں علم وادب کی آبیاری کی اور محبت مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو کو عام کیا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج شکر گڑھ کے میگزین ''عزم نو'' کے تین ضخیم اور عظیم نمبر نکالے جنہیں شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے۔ صابر

ا۔ عزم نو ''سیرت رسول نمبر'' ''سیرت رسول نمبر'' کا اجراء کیسے عمل میں آیا۔ ''عزم نو'' کے مدیر اعلیٰ حضرت پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ کی زبانی سنئے۔

> ''اکتوبر 1990ء کی بات ہے جب میرا تبادلہ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ سے گورنمنٹ ڈگری کالج شکر گڑھ میں ہوا۔ اس زمانے میں اس ادارے کے سربراہ پیکر سیادت وسعادت حضرت پیر دلاور علی شاہ تھے۔ انہوں نے ایک ابتدائی ملاقات ہی میں مجھے کالج میگزین ''عزم نو'' سنبھالنے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا اگر یہی منشا ہے تو حاضر ہوں مگر پہلا شمارہ ''سیرت رسول نمبر'' ہونا چاہئے۔ درد دل رکھنے والے سید بادشاہ نے منظور فرمالیا۔ دواڑھائی مہینے کی جانفشانی کے بعد ''سیرت رسول نمبر'' جنت نگاہ بن گیا، کالج حدود کے باہر بھی جہاں جہاں یہ نمبر پہنچا، اہل نظر نے اس کی قدر کی اور کئی سر برآوردہ مصنفین ومولفین نے اپنی گراں قدر تالیفات وتصنیفات میں اس کے حوالے دیئے مثلاً عظیم محقق ومصنف جناب متین خالد دام اقبالہٗ نے ایک کتاب لکھی ''جب حضور ﷺ آئے'' تو اس نمبر سے ایک تحریر کا اقتباس لے کر کتابیات میں ''سیرت رسول نمبر'' کا ذکر بھی کیا۔'' (مجلّہ عزم نو ''اسلام نمبر'' ص۔۸۲۔۸۳)

یہ نمبر ۳۴۴ صفحات میں سمایا ہے۔ اس میں اداریہ، پیغامات، منظومات اور چالیس سے زائد مقالات شامل ہیں۔

۲۔ عزم نو ''قرآن پاک نمبر'' ''سیرت رسول نمبر'' کی کامیابی کے بعد حضرت آسی علیہ الرحمہ نے گورنمنٹ ڈگری کالج شکر گڑھ کے پرنسپل سید دلاور علی شاہ علیہ الرحمہ کو ''قرآن پاک نمبر'' کے لئے آمادہ کرلیا۔ آپ نے ''عزم نو'' کے قرآن پاک نمبر کی تدوین وترتیب دے دی اور یوں یہ عظیم اور نہایت وقیع نمبر 96-1995 میں منظر عام پر آگیا۔ یہ نمبر اداریہ کے علاوہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں پچاس سے زائد مقالات اور حمدیہ ونعتیہ کلام شامل ہے۔ اور حصہ انگریزی کے لئے بھی اڑتالیس صفحات مختص کئے گئے ہیں یوں یہ نمبر ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ قرآنیات میں ایک گراں قدر اضافہ سے کم نہیں ہے۔

۳۔ عزم نو ''اسلام نمبر'' قرآن پاک نمبر کی اشاعت کے بعد حضرت آسی علیہ الرحمہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں مصروف رہے اور عزم نو کا ایک نہایت وقیع ''اسلام نمبر'' نکالنے کی ٹھان لی، کالج کے پرنسپل غلام سرور ابدالی نے اشاعت کی ذمہ داری لے لی۔ کالج میگزینز کی دنیا میں حضرت آسی علیہ الرحمہ نے علالت کے باوجود عزم نو کا انقلاب آفریں ''اسلام نمبر'' نکال کر دین ودنیا کی سعادتیں سمیٹ لیں۔

اس نمبر میں اداریہ مقالات اور منظومات شامل ہیں۔

مقالات کو گیارہ ابواب میں عنوانات کے تحت، نہایت خوبصورت انداز میں شامل کیا گیا ہے۔ آخر میں حصہ انگریزی بھی شامل ہے۔ جس کے لئے ستائیس صفحات مختص کیے گئے ہیں۔ کل صفحات ایک ہزار سے زائد ہیں۔ بقول مفکر اسلام حضرت آسی

''لہٰذا اسلام نمبر جہاں دشمنوں کی مکاریوں کا پردہ فاش کرتا ہے وہاں اپنوں کو اٹھنے کا پیغام بھی ہے۔'' (اسلام نمبر ص:۸۹)

آخری ملاقات: ۷ اگست ۲۰۰۶ بروز سوموار راقم اور جناب خالد محمود (ہیڈ ماسٹر) گورنمنٹ پرائمری سکول میں ہم دونوں ایک سرکاری کام انجام دے رہے تھے کہ میرے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ راقم نے اٹھایا، آواز آئی۔

''ممنون عرض کر رہا ہوں، قبلہ آسی صاحب راولپنڈی تشریف لا رہے ہیں۔ اسلام باجوہ صاحب کے ہاں ٹھہریں گے۔ دو دن قیام ہوگا۔ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ ضرور حاضری دیں''۔ فقیر نے فوراً کام روک دیا اور خالد محمود صاحب کو ساتھ لے کر راولپنڈی روانہ ہوگئے۔ سارا دن کام کرتے کرتے میری ٹانگوں میں شدید درد ہو رہا تھا۔ بالخصوص دائیں ٹانگ بہت زیادہ درد کر رہی تھی، لیکن حضرت آسی کی زیارت اور ملاقات کیلئے درد کی بالکل پرواہ نہ کی اور پنڈی پہنچ گئے۔

جوں ہی ہم دونوں اسلام باجوہ صاحب کے مکان میں داخل ہوئے حضرت قبلہ آسی علیہ الرحمہ ایک قدم کھڑے ہوگئے۔ مصافحہ کیا، معانقہ ہوا اور حضرت نے میرے ہاتھوں کو فرط محبت سے چوم لیا۔ اور فرمانے لگے شاہ جی کو دباؤ۔ ان کا ایک خدمت گار میری ٹانگوں کو دبانے لگا۔ بالخصوص دائیں ٹانگ اس کی جانب تھی۔ قبلہ آسی صاحب نے ایسا دبوایا کہ درد کافور ہوگیا۔ اب آسی صاحب ہسپتال میں چیک اپ کے لئے اسلام آباد روانہ ہوگئے اور فرمانے لگے میرے آنے تک ٹھہرنا، جانا نہیں۔ رات کو واپس آگئے۔ سخت تکلیف اور علالت کے باوجود مغرب کے قریب کرسی پر بیٹھ گئے اور امت مسلمہ کی زبوں حالی پر رونے لگے، فرمانے لگے شاہ جی! میں آپ سے بہت خوش ہوں۔ آپ نے ''قائداعظم کا مسلک'' لکھ کر اہم کام کیا ہے۔ ''الحقیقہ'' میں نے کن حالات میں شروع کیا آپ بخوبی جانتے ہیں۔ اس کے ساتھ تعاون کریں۔ اس کیلئے مضامین لکھیں۔ ہماری تاریخ ابھی تک کسی نے صحیح صورت میں نہیں لکھی۔ میں اب جانے والا ہوں۔ یہ کام اب آپ نے کرنا ہے میں آپ کے حوالہ کر کے جارہا ہوں۔ یہ کام ضرور کریں اور میرے لئے دعا بھی کریں۔''

بعد ازاں اپنی کتاب ''عقیدہ توحید و رسالت'' میری طرف بڑھائی۔ فقیر نے عرض کیا۔ حضرت! آپ اس پر لکھ دیں تا کہ یادگار رہے۔ آپ نے درج ذیل عبارت کتاب کے شروع میں رقم فرمائی۔

۲۸۶
۹۲

نذر فقیرانہ

بخدمت محسن اہل سنت، نباض دوراں

مخدوم المحققین حضرت علامہ سید صابر حسین صاحب شاہ مدظلہ العالی

سجادہ نشین برہان شریف

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

سگ بارگاہ حضور نقش لاثانی

آسی

(نوٹ: غالباً یہ حضرت آسی کی آخری تحریر ہے یہاں تک لکھ کر عنایت کی تو فقیر نے عرض کیا اپنے دستخط بھی کر دیجئے تا کہ یادگار رہیں آپ نے تاریخ کے لئے اپنے دستخط کر دیئے۔ صابر

فقیر اپنے آپ کو ان القاب کے اہل نہیں سمجھتا لیکن حضرت آسی علیہ الرحمہ کی کمال محبت وشفقت ہے۔ اور میں جو کچھ بھی ہوں کہ یہ سب بزرگوں کی دعاؤں کا ثمرہ شریں ہے۔ کتاب لے کر ہم دونوں وہاں سے رخصت ہوئے۔ دوسرے دن پھر موبائل فون کی گھنٹی بجی اٹھایا تو یہ سانحہ سامنے آیا کہ حضرت آسی علیہ الرحمہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وصال باکمال: ۸ اگست ۲۰۰۶/۱۲/ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بروز منگل ۱۲ بج کر دس منٹ پر مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمہ نے عالم برزخ کی طرف کوچ فرمایا۔ خدام نے دیکھا کہ سر انور جھکا ہوا ہے۔ پریشان ہو کر قریب گئے تو دیکھا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔ جسد خاکی علی پور شریف لایا گیا۔ وہاں سادات کرام نے غسل دیا اور اپنے ہاتھوں سے کفن پہنایا۔ پیر سید سعادت علی شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جب آخری دیدار کرایا گیا تو دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے کہ ایسا حسین چہرہ کسی عاشق رسول کا ہی ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں آپ کے جسد خاکی کو سرزمین شکر گڑھ میں لایا گیا۔ جہاں کا ذرہ ذرہ افسردہ تھا۔ لوگ ساری رات دیدار کرتے رہے۔ ۹ اگست ۲۰۰۶ بدھ صبح ۱۰ بجے دوبارہ نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا۔ جم غفیر تھا۔ اس موقع پر قصیدہ بردہ شریف پڑھا جارہا تھا۔ ملک بھر کے اہل علم وادب تشریف لائے۔ ایک لاکھ سے زائد افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ نماز جنازہ کی امامت حضرت پیر سید کرامت علی حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف نے فرمائی۔

ایک مرتبہ پھر آخری دیدار کرایا گیا۔۔

آپ کا مزار پر انوار نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی شکر گڑھ کے دامن میں مرجع خلائق ہے۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا

جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں: یہ ۱۹۶۸ کا واقعہ ہے کہ آپ اکثر پریشان رہتے تھے اور عاقبت کی فکر میں سرگرداں تھے کہ ایک دفعہ خواب میں سرکار دوعالم ﷺ تشریف لائے اور زیارت سے سرفراز فرمایا اور یہ مژدہ جانفزا سنایا

''آسی! تم کیوں پریشان ہو، تمہاری بخشش کا ضامن میں ہوں''

(یہ خواب آپ نے ممنون احمد آسوی کو سنایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ میری حیات میں اسے ظاہر نہ کرنا)

۱۹۹۸ء میں حضرت آسی اپنے پیرومرشد نقش لاثانی حضرت پیر سید علی حسین شاہ علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس مبارک کے بعد مراقبہ میں بیٹھے اور سو گئے۔ تہجد کے وقت حضور نقش لاثانی تشریف لائے۔ اور آپ کو بازو سے پکڑ کر بارگاہ مصطفی ﷺ میں لے گئے اور عرض کیا۔

''یارسول اللہ! آسی کو میں نے قبول کیا ہے آپ بھی قبول فرمالیں''

۲۰۰۷ء میں بزم نعت کونسل سیالکوٹ کے چیئرمین اقبال صاحب (جو اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں رہے ہیں) عمرہ ادا کرنے کے لئے گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ مصطفی ﷺ میں جا کر سلام عرض کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ یارسول اللہ! آسی صاحب کا سلام بھی قبول فرمائیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک آواز سنائی دی کہ آسی صاحب نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں ہیں۔

جانشین: مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے سگے بھانجے جناب محمد عطاء الحق صاحب سال دوسال کے تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ آپ نے اپنے بھانجے کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور سفر وحضر میں ساتھ رکھا۔ آج یہی بھانجے آپ کے جانشین ہیں۔

قطعات وصال: مختلف شعرائے کرام نے آپ کے وصال پر قطعات لکھے اور تاریخی مادے نکالے۔

۱۔محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری نے درج ذیل تاریخی مادے نکالے۔

''تذکرہ اہل اللہ''(۱۴۲۷ھ) ''آہ آسی فخر ملت''(۱۴۲۷ھ)

''شوق جہادواستقامت''(۱۴۲۷ھ) ''جمال باغ فردوس''(۱۴۲۷ھ)

''باذوق حقیقت''(۱۴۲۷) ''زیب مہ بام فضیلت''(۱۴۲۷ھ)

''حصار حشمت فقر''(۱۴۲۷ھ) ''پیکر ذوق تعمیر حرم''(۲۰۰۶ھ)

۲۔سید عارف مہجور رضوی نے یہ مادے پیش کئے:

''متاع نقشبندیت''(۱۴۲۷ھ) ''صاحب استعداد پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی''(۲۰۰۶ھ)

۳۔صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی نے درج ذیل مادے استخراج فرمائے ہیں۔

''صاحب علم وفضل پروفیسر محمد حسین آسی''(۲۰۰۶ء)

''محمد حسین آسی آہ ماہ درخشاں''(۱۴۲۷ھ)

اب ان تمام شعرائے کرام کے لکھے گئے قطعات ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری حسن ابدال ضلع اٹک:

یہ طویل ترین ہے۱۳۰اشعار پر مشتمل ہے۔خوب تر ہے۔ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت آسی علیہ الرحمہ کی منظوم سیرت ہے۔حضرت آسی علیہ الرحمہ کے کمالات کو احسن انداز میں منظوم کیا گیا ہے۔صابرؔ

فنا انجام بزم آب و گل سے ہوا اک مرد حق آگاہ رخصت

اچانک یہ خبر دل دوز سن کر ہوئے دل ریش غم خواران ملت

جن احوال زبوں سے ہم ہیں دو چار نہایت تھی ہمیں اس کی ضرورت

ہماری رہنما اس دور میں تھی اس عالی جاہ کی فکر و بصیرت

ادیب و عالم و عارف محقق مفکر اور شاعر حق جبلت

مقام علم و دانش اس کا اونچا خدا کی تھی بڑی اس پر عنایت

عروج ملت بیضا تھا مقصود تھا نصب العین اس کا اوج ملت

خلوص تام سے دین نبی کی زبان و خامہ سے کی اس نے خدمت

دلوں ، ذہنوں پہ حاوی ہونے والی رقم کی مرد حق نے شان و حدت

بہ ذوق و شوق کی تحریر اس نے اثر انگیز نعت جان رحمت

وہ تھا اقبال کا اک مرد مومن عیاں اس کے عمل سے یہ حقیقت

محبّ شاعر مشرق تھا لاریب قلندر سے وہ رکھتا تھا محبت

وہ تھا اس عاشق احمد کا شیدا وہ خود بھی عاشق شاہ رسالت

سپاہی قائد اعظم کا تھا وہ — تحیر خیز تھی جس کی قیادت
ہمارے رہنما تھے ساتھ اس کے — جنہوں نے کی کھلی اس کی حمایت
وہ تھا فرد فرید اس قافلے کا — ہے جس کی شہرہ آفاق عظمت
دلیری ، حق پرستی کا وہ پیکر — دیا اس نے سدا درس شجاعت
جہاد و جرات و غیرت کی تصویر — اولوالعزمی کا نقش خوب صورت
وہ مخلص صاحبان معرفت کا — وہ شیدائے بزرگان شریعت
رہا وہ ان کا ذاکر زندگی بھر — پسندیدہ تھے خوبان طریقت
تڑپتا تھا زبونی پر ہماری — بہت تھا اس کے دل میں درد ملت
نقیب کاروان عشق و مستی — سراپا سوز وہ محمود فطرت
وہ صہبائے ولائے حق سے سرشار — مثالی سرشاری کی حالت
وہ میخانے کا تھا ممتاز مے کش — تھی اس پر چشم ساقی کی عنایت
مکرم محفل صدق و صفا کا — عزیز مجلس سید جماعت
خدا کا برگزیدہ بندہ تھا وہ — ہوئی اس عارف دوراں کی رحلت
سنے گا گوش عالم حشر تک اب — لحد سے اس کی آواز جسارت
الٰہی اس کا مرقد ہو درخشاں — منور ہو خدایا اس کی تربت

سن وصل ''اوج دین النبی'' سے

۱۶۷

''وہ خورشید جہان الحقیقت''

۱۶۷+۱۸۳۹=۲۰۰۶ء

سن ہجری میں اس کے وصل کا سال کہا ہے ''آہ آسی فخر ملت''

(۱۴۲۷ھ)

خوشا ذوق اس کا تعمیر حرم کا — زہے ''شوق جہاد واستقامت''

(۱۴۲۷ھ)

۲۔ محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری حسن ابدال ضلع اٹک:

یہ دوسرا قطعہ بھی طویل ہے اور 34 اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ نے احسن انداز میں حضرت آسی کی حیات، خدمات، کمالات کو منظوم فرمایا ہے۔ صابر

مسلم اس کی تعلیمی مہارت — جہانگیر اس کی علمی قابلیت

خدا ئے پاک نے وافر عطا کی — اسے خیر کثیر علم و حکمت
لکھی ہے خوب حمد و نعت اس نے — ملی اس کو سعادت پر سعادت
خدا کے دوستوں کا منقبت گو — عطا اس کو ہوئی یہ بھی فضیلت
اسے حاصل تھا فیضان مجدد — تھی اس کی شاہ لاثانی سے نسبت
مبارز وہ ہمارا مرد میدان — مجاہد ، معرکہ آرائے ملت
وہ سرمایہ تھا عشاق نبی کا — متاع فخر و ناز اہل سنت
جو سیکولر بنائے اس وطن کو — اسے تھی ایسی ہر قوت سے نفرت
بندھائی آس مشکل مرحلوں میں — بڑھائی اس نے حق کیشوں کی ہمت
تسلسل سے انہیں ٹوکا جھنجھوڑا — جو ہیں لا دین ارباب حکومت
یہ پاکستان ہے کہتا رہا وہ — فلاحی اور اسلامی ریاست
شب جمعہ شب تنزیل قرآں — ہوئی اس پاک کشور کی ولا دت
لیا اس نے قلم سے تیغ کا کام — ضعیفی میں جوانوں جیسی جرات
نہ اس کی تیغ بازی میں کمی آئی — قوی اس کا یقین فتح و نصرت
مجسم سوزو ساز عشق تھا وہ — تھی اس کے دل میں ایمانی حرارت
بلندی کی طرف مائل بہ پرواز — عقابی ، اس کی شاہینی طبیعت
بعید اس سے خوشامد پستی فکر — ازل سے تھا مقدر اس کا رفعت
تملق سے دورنگی سے رہا دور — کیا بے خوف اظہار حقیقت
سر میدان حق گوئی ہمیشہ — رہا وہ پاک بازو پاک طینت
صفا ، اخلاص اس کے امتیازات — خصائص اس کے خود داری ، حمیت
فقیری میں کیا نام اس نے پیدا — خو دی کی اس نے لگوائی نہ قیمت
وہ تھا رخصت، کی گنجائش سے آگاہ — مگر کی اختیار اس نے عزیمت
جہاد و سعی میں دی جان اس نے — ملا ہے اس کو اعزاز شہادت
ہوا 'رخصت' قلم کا آبروبخش — کہاں اب حسن قرطاس حقیقت
محبان شریعت دل گرفتہ — حزیں ، دل ریش اصحاب طریقت
غم آگیں قارئین الحقیقہ — ملول افسردہ ہے دینی صحافت
رہے گا عمر بھر دل سوز و جانکاہ — غم ہجر اس کا ، اس کا درد فرقت

خدا کا حکم ہے نافذ ہے بہرحال　　نہیں چارہ کوئی پیش مشیت
کسی کو مرضی مولیٰ کے آگے　　کہاں ہے لب کشائی کی اجازت
ہوں منظور خدا اس کی مساعی　　ہو مقبول محمد اس کی خدمت
جزا پائے خدا و مصطفیٰ سے　　جو کی ہے سال ہا سال اس نے محبت

''جمال باغ فردوس'' اللہ اللہ

۱۴۲۷ھ

کہا طارق نے اس کا سال رحلت　　کہی تاریخ رحلت دوسری بھی
صدات کیش ''باذوق حقیقت''　　بہ تائید سروش، اک اورتاریخ

۱۴۲۷ھ

کہی ''زیب مہ بام فضیلت''

۱۴۲۷ھ

۳۔محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری حسن ابدال ضلع اٹک:

یہ قطعہ بھی مرے کرم فرما طارق سلطان پوری ہی کا ہے۔اس میں آپ نے روحانی پہلو کو خوبصورت انداز میں پیش فرمایا ہے۔(صاؔبر)

وہ ان کے در سے وابستہ تھا ،جن کی　　مسلم ہے جہاں میں عظمت فقر
وہ پیکر تھا شکوہ معرفت کا　　وجود اس کا نشان رفعت فقر
خدا نے اس کو بخشی ، خو ب بخشی　　متاع علم و دانش ، دولت فقر
پئے اوج حق و تخریب باطل　　رکھی فعال اس نے قوت فقر
ہوئی پنہاں زمانے کی نظر سے　　وہ تصویر کمال غیرت فقر
دلاور تھا ، لحد اس کی رہے گی　　زیارت گاہ اہل ہمت فقر

وصال حضرت آسی ؒ کی تاریخ
کہی طارق ''حصار حشمت فقر''

۱۴۲۷ھ

۴۔سید عارف مہجور رضوی گجرات:

یہ قطعہ مشہور قطعہ نگار سید عارف مہجور رضوی کے از خامہ کا نتیجہ ہے۔اس میں آپ حضرت آسی علیہ الرحمہ کے وصال با کمال پر نوحہ کناں ہیں۔اور ساتھ ہی ان کے اوصاف بھی بیان فرما رہے ہیں۔(صاؔبر)

رحم و کرم پہ غم کے ہے آہ زندگانی　　ہاتھوں میں ہے قضا کے اپنی زمام ، کہئے

نزدیک ہورہا ہے ہر آن روز محشر
دار فانی کی گاڑی ہے تیز گام ، کہئے

دنیا سے اٹھ گیا ہے یا ر و ادیب ملت
برہم ہوا ہے بز م دیں کا نظام ، کہئے

پرنم ہیں اس کے غم میں یاران اہل سنت
فرقت نے اس کی بخشے اشکوں کے جام، کہئے

شائستگی سے ہراک تحریر تھی عبارت
مملو تھا عمدگی سے اس کا کلام ، کہئے

حمد و ثنا میں اس کو حاصل تھا ایسا لہجہ
بخشا ہے جس نے اس کو اعلیٰ مقام ، کہئے

ضمخانہ حسینی سے فیضیاب ہو کر
فیضان بانٹتا تھا وہ صبح و شام ، کہئے

تربت پہ اس کی برسے دن رات ابر رحمت
بخشش کا ہو میسر بھر پور جا م ، کہئے

مہجو ر چل بسا ہے سر کار دو جہاںﷺ کا
"محمد حسین آسی ، ادنیٰ غلام" کہئے

۱۴۲۷ھ

۵۔صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی مونیاں ٹھیکریاں گجرات:

اس لئےقطع میں قطعہ نگار نے حضرت آسی علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت شخصیت کے تابناک پہلوؤں کوخراج تحسین پیش کیا ہے۔(صابر)

جہاں سے اٹھا ایک مر د مسلمان
محمد حسین اختر اہل ایمان

علوم و معارف کا تھا وہ سمند ر
محقق مفکر مورخ سخنداں

وہ حق و صداقت کا تھا ایک داعی
خلوص و وفا اس کا وصف نمایاں

متا ع اس کی تھی عشق محبوب داور
رہا نہ کبھی مال و زر کا وہ خواہاں

یگانہ تھا وہ مادح شاہ کوثر
بجا گر ، کہیں اس کو حسان دوراں

تصانیف ہیں اس کی سب بیش قیمت
بڑا اس کا قوم و وطن پر ہے احسان

رجب کی گیا رہ تھی دو شنبہ کا دن
بنا جا کے وہ زینت خلد رضواں

ہوئی چاندنی ماند علم و ادب کی
ہوئی محفل اہل ذوق آج ویراں

کبھی بھول پائے گی اس کو نہ دنیا
رہے گا سدا نام اس کا فروزاں

رہے اس کی مرقد منور ہمیشہ
ملے اس کو فردوس میں آب یزداں

کہا سال رحلت بدن فیض الامین نے
"محمد حسین آہ ماہ درخشاں"

۱۴۲۷ھ

عزیمتوں کی راہ کا عظیم مسافر

مبلغ اسلام، محقق دوراں صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی

بسم الله الرحمن الرحیم

جس تاریخ ساز علمی روحانی اور فکری شخصیت کی یاد میں چند جملے لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ رب العالمین جل مجدہ شانہ نے اس عظیم شخصیت کو بہت سی علمی اور روحانی صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا تھا اللہ کریم نے ان کو جو بھی صلاحتیں اور توانائیاں عطا فرمائی تھیں وہ ساری صلاحتیں، وہ ساری توانائیاں، وہ ساری قوتیں، وہ سارا علم اور جو روحانی ارتقاء جوان کو اپنے شیخ طریقت سے حاصل ہوا تھا، وہ سارے کا سارا انہوں نے آقا دو جہاں ﷺ کی امت کی بہتری اور خیر خواہی کے لئے وقف کر دیا اور اگر میں چاہوں تو اپنی بات کو دو چار جملوں میں عرض کر دوں، تو یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے، کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا، کہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ جو فنا فی الشیخ کے مقام پر فائز تھے، علم ظاہر اور علم باطن کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، ان کی زندگی کی ایک ایک ساعت، ان کی زندگی کی ایک ایک گھڑی، اللہ کے دین کے لئے اور اللہ کے محبوب ترین رسول ﷺ کی محبت کے لئے وقف تھی۔ وہ غیرت اور حمیت کا عظیم پیکر جو زندگی بھر فتنوں کے تعاقب میں مصروف رہا اور آخری وقت تک انہوں نے اسلام کی سر بلندی کیلئے اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کے نام پر وقف کیا۔ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس سے لے کر آج تک کتنی تاریخی شخصیات گزری ہیں، جنہوں نے اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے کام کیا۔ تحریکی، تنظیمی کام کئے۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی تحریک خواہ وہ شیران اسلام ہو۔۔۔۔ وہ جامعہ نقش لاثانی ہو۔۔۔۔ وہ مجلّہ الحقیقہ ہو۔۔۔۔ آپ کی تحریک کو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو خالصتاً ایک علمی اور روحانی تحریک ہے جس کو آپ نے تنظیم کے نام پر قائم کر کے اسلام کو پھیلایا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آج مدارس موجود ہیں، مشائخ موجود ہیں، علماء موجود ہیں، مصنفین موجود ہیں مگر حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کو ہم عصر علماء اور تحریکوں کے تناظر میں دیکھا جائے۔ تو حضور مفکر اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے افراد تیار کئے۔۔۔۔ آپ نے ذہن سازی کی۔۔۔۔ کردار سازی کی۔۔۔۔ آپ نے اخلاق سازی کی۔۔۔۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ دین کے بہت بڑے مجاہد تھے، بدر جلیل تھے، جو بھی آپ کی مجلس و صحبت میں چند گھڑیاں بیٹھ گیا۔ وہ دین کا سچا سپاہی اور سرگرم رکن اس تحریک کا بن گیا جس تحریک کو تحریک فروغ عشق رسول کہا جا سکتا ہے، جس تحریک کو تحریک تحفظ ناموس رسالت کہا جا سکتا ہے۔ وہ تمام افراد جو ان کے ساتھ وابستہ تھے وہ آقا دو جہاں سرور کائنات نور مجسم رحمت کائنات ﷺ کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ بات بتاؤں کہ دنیا میں دین کے راستے پر چلنے والے قائدین، رہنما اور رہبر لوگ جو ہوتے ہیں اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں کچھ ایسے قائد ہوتے ہیں ایسے رہنما ہوتے ہیں، ایسے رہبر ہوتے ہیں جو عزیمت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو رخصت کا راستہ اپناتے ہیں۔ ارے ایک وقت ایسا آتا ہے، دین پر جب چاروں طرف سے حملہ کیا جاتا ہے تو کچھ لوگ جو عزیمت کے راستے پر چلنے والے ہوتے ہیں

،وہ سینہ تان کر میدان عمل میں اترتے ہیں اور باطل قوتوں کو للکارتے ہیں ان سے ٹکرا جاتے ہیں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو عزیمت کا راستہ اپنانے سے گریز کرتے ہیں۔وہ رخصت کا راستہ اپنا کر اپنے گھر میں چھپ جاتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے ہم کیا کریں۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرضوان آپ رخصتوں کی بات کرنے والے نہیں تھے، بلکہ آپ راہ عزیمت کے عظیم مسافر تھے جو خود بھی راہ عزیمت کی راہ پر چلے اور ساری زندگی عزیمت کے راستے پر چلنے کا درس دیتے رہے۔ جو عزیمت کے راستے پر چلتے ہیں ان کو صاحب استقامت کہا جاتا ہے آج لوگ کرامتوں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کرامت کا درجہ تو نیچا ہے استقامت کا درجہ اونچا ہے آج دور انحطاط ہے ایک وجہ اور ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم کرامتوں کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں، کرامتوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو صاحب استقامت ہوا کرتے ہیں ان کے لئے بہت بڑے انعام کا وعدہ فرمایا

ان الذین قالو ا ربنا اللہ ثم استقامو ا تتنزل علیھم الملئکۃ الا و اتحزنوا والبشر و ا بالجنہ التی کنتم تو عدون ٥ (حم السجدۃ۔۳۰)

جو صاحب استقامت ہوتے ہیں ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ان کو تائید غیبی اترتی ہے وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں مگر ان کا نام بھی زندہ رہتا ہے اور ان کا کام بھی زندہ رہتا ہے، جو رخصتوں کی بات کرنے والے ہوتے ہیں وہ دنیا سے جاتے ہیں خود بھی مٹ جاتے ہیں نام و نشان مٹ جاتا ہے تذکرہ مٹ جاتا ہے، مگر جو صاحب استقامت ہوتے ہیں ان کا نام تاریخ کے صفحات پر ثبت رہتا ہے، آنے والی نسلیں ان کے علم سے فیض یاب ہوتی رہتی ہیں، ان کی روحانیت سے فیض پاتی ہیں حضور سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی صحبت میں ایک شخص آیا چالیس دن آپ کے پاس ٹھہرا، جب اجازت لے کر جانے لگا، تو فرمایا تم آئے اور جا بھی رہے ہو، لیکن آنے کا کوئی مقصد بھی تم نے نہیں بتایا اس نے کہا میں نے آپ کا بہت شہرہ سنا تھا۔ بڑا چرچا سنا تھا، میں آیا تھا آپ کی صحبت میں دیکھوں کچھ کرامتیں نظر آئیں تو میں آپ کا مرید ہو جاؤں گا۔لیکن چالیس دن میں مجھے آپ کی کوئی کرامت نظر نہیں آئی، اس لئے میں چلتا ہوں کسی اور کو ڈھونڈتا ہوں، آپ نے فرمایا میرے پاس جو چالیس روز تم ٹھہرے ان چالیس دنوں میں میرا کوئی عمل خلاف سنت بھی دیکھا ہے۔میرا کوئی عمل خلاف شریعت بھی دیکھا ہے۔اس نے کہا اللہ کی عزت کی قسم آپ کا کوئی عمل خلاف شریعت نہیں دیکھا ہے۔خلاف سنت نہیں دیکھا، فرمایا اور کرامت کس کو کہتے ہیں فرمایا الاستقامت فوق الکرامت ،استقامت کا درجہ کرامت سے اونچا ہے، میں یہ مانتا ہوں، کہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ صاحب کرامت تھے، اور بہت سی کرامات ان سے سرزد ہوئیں۔ان کے روحانی تصرفات پر ایک عالم گواہ ہے لیکن کعبے کے رب کی قسم ہے آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ طوفان اٹھے حالات نامساعد ہوئے مگر حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور تا وقت آخر دین کی سربلندی کے لئے سب کچھ قربان کر دیا۔وقت قربان کیا آپ نے سفر کئے پیرانہ سالی کے باوجود آپ دوڑتے رہے، جوانوں کی طرح کام کرتے رہے، اس لئے کہ آپ صاحب استقامت تھے اور آپ ہمیں ایک درس دے کر دنیا سے تشریف لے کر گئے ہیں اس سبق کو یاد کرنے کی ضرورت ہے، کہ میرے بعد میری عقیدتوں کا دم بھرنے والو! تم نے رخصتوں کی بات نہیں کرنی، بلکہ استقامت کے راستے پر چلنا ہے عزیمت کے راستے پر چلنا ہے، اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لئے عشق رسول ﷺ کی خوشبو کو چار دانگ عالم میں بکھیرنے کے لئے اپنی ہر توانائی کو صرف کر دو۔اپنی ہر صلاحیت کو اللہ کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے لئے وقف کر دو، یہ وہ پیغام ہے جو حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ ہمیں دے کر گئے۔

میں آپ سے کیا کیا عرض کروں کہ دو سال کا عرصہ کم وبیش 1984ء سے لے 1986ء تک سیالکوٹ میں رہا، دینی سرگرمیوں کے حوالے سے جامعہ قادریہ میں اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں تدریسی اور جامعہ ابوحنیفہ میں خطابت کا سلسلہ تھا، تو شب وروز مجھے آپ کی صحبتوں میں آنے جانے کا

اتفاق ہوتا۔ حاضری دینے کا اتفاق ہوتا۔ میں نے آپ کی زیارت تو پہلے سے کی ہوئی تھی اور متعارف بھی تھا، مگر پہلی ملاقات چوک گھنٹہ گھر کے قریب ایک مسجد میں درس قرآن کے لئے آپ تشریف لائے۔ تو میں اپنے جس دوست کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا، اس نے بتایا کہ عشاء کی نماز کے بعد حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ درس قرآن ارشاد فرمائیں گے اگر آپ پسند کریں تو وہاں زیارت بھی ہو جائے گی۔ ملاقات بھی ہو گی اور درس قرآن بھی سنیں گے۔ جب ہم مسجد میں پہنچے تو نماز عشاء کا وقت تھا، حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ صف میں بیٹھے ہیں جماعت کے انتظار میں ہیں، جب نماز ادا ہو چکی اور درس قرآن کی ابتداء ہونے لگی تو کسی نے میرا تعارف کرا دیا تو آپ نے فرمایا کہ آج درس قرآن میں نہیں دوں گا آج آپ ہی کچھ کہیں گے اب میں بہت شرمندہ ہوا اور اپنے اندر ایک شرمندگی محسوس کی۔ اور میں نے معذرت کی کہ حضور میں تو آپ کا درس سننے کے لئے آیا ہوں، میں نے کہا دیکھئے کہ یہی بزرگوں کی عظمت کا روشن ترین پہلو ہے کہ چھوٹوں کو نوازنا اور جس کو کچھ نہیں آتا اس کو بڑا کر کے پیش کرنا۔ تا کہ اس کے اندر ایک جستجو پیدا ہو اور اپنے اندر ایک ایسا جذبہ پیدا کرے۔ کہ اللہ کریم نے جو صلاحیتیں دی ہیں ان صلاحیتوں سے خوب فائدہ اٹھائے اور ملت کا بھی فائدہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، آج آپ ہی کچھ کہیں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آپ عشق رسول ﷺ کے عنوان پر کچھ کہہ دیں۔ پس وہ میری پہلی ملاقات تھی، اس کے بعد پھر ایسا سلسلہ چلا کہ آپ نے ہمیشہ میری رہنمائی فرمائی اور مجھے تصنیف و تالیف میں لانے والی شخصیت حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی ہے مجھے ہمیشہ فرماتے کہ اس عنوان پر لکھو، اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور آج میں نے ٹوٹے پھوٹے، محنت کر کے جو چند الفاظ کاغذ پر لکھے ہیں یہ سب حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا فیضان ہے اور جو کچھ میں لکھتا تھا آپ کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔

آج لوگ پتہ نہیں کون کون سے دعوے کرتے ہیں میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی عزت کی قسم میری تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریریں حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی نظر سے گزری ہوئی ہیں، میں اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں اور جب بھی میں کچھ لکھتا تھا، تو آپ اتنی شفقت فرماتے تھے آپ اول سے آخر تک ساری تحریر کو خود مطالعہ فرماتے پڑھنے کے بعد جہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی، اصلاح بھی فرما دیتے۔ جہاں اضافے کی ضرورت ہوتی تو مجھے فرماتے اگر اس کے ساتھ یہ بھی آ جائے تو بہت ہی اچھا ہو گا، آج کہاں سے ایسے بزرگ ملیں گے جو چھوٹوں کو نوازنے والے ہیں، رہنمائی کرنے والے ہیں، رہبری کرنے والے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مجھ جیسے کتنے لوگ ہیں حضرت مولانا محمد صدیق ضیاء صاحب کو دیکھیں، حضرت ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، حضرت غلام مصطفیٰ مجددی کو دیکھیں ان سب کو اس میدان میں لانے والے حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ ہیں میں یہ کہوں گا کہ آپ کے جو فیوضات ظاہری زندگی میں جاری و ساری تھے۔ آج بھی اپنے مزار پر انوار میں ان کے روحانی فیوض و برکات اس طرح جاری و ساری ہیں اور آپ کا علمی فیضان قیامت تک صدقہ جاریہ کی صورت میں جاری رہے گا، اور جس کسی نے بھی ان کی تحریک پر کوئی دینی کام کیا ہے۔ یہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے لئے صدقہ جاریہ بن گیا۔

آپ ہر موقع پر اس عاجز کو نوازتے اور میں بہت حیران ہوتا تھا۔ کہ علالت کے باوجود آپ کو دین کا کتنا سچا درد ہے۔ میو ہسپتال لاہور میں جب میں آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ میرے پیارے بھائی جناب افتخار احمد ممنون صاحب اللہ تعالیٰ ان کو برکات دارین سے سرفراز فرمائے جس قدر خدمت انہوں نے حضرت کی فرمائی ہے میں نے بڑے بڑے اکابر علما کے آخری ایام دیکھے ہیں، مگر مجھے رشک آتا ہے کہ کاش مثالی عقیدت مندان کو کہا جائے کہ شیخ کا کیسا عقیدت مند، ارادت مند ہونا چاہئے اگر کوئی دیکھنا چاہے، تو ہسپتال کے اندر انہوں نے جو خدمت حضور کی سرانجام دی ہیں وہ ان کو دیکھ لے، جس طرح انہوں نے خدمت کی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ہر کسی کو بزرگوں کی اس طرح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ موجود تھے وہاں تو میں حیران ہوا کہ اتنی تکلیف، نقاہت، علالت کے باوجود آپ مجھے فرما رہے تھے کہ یہ کام کرنے کی بڑی ضرورت ہے

اس موضوع پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا، اور فرماتے تھے کہ دیکھو، فلاں مکتبے پر جائیں تو اس موضوع پر، اس عنوان پر، فلاں کی کتاب ہے، فلاں کی کتاب ہے۔ ہمارے لوگ پتہ نہیں کیا کر رہے ہیں، وہ اس بات پر کیوں نہیں سوچتے کیوں نہیں غور کرتے، الحمدللہ آپ کی تحریک پر میں نے چند صفحات پر ایک مضمون لکھا اسے میں کتاب تو نہیں کہتا ''حضور کی نماز'' کے عنوان سے میں نے کچھ کاوش وکوشش کی، یہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا فیضان ہے فرماتے تھے کہ اس عنوان پر مجھے کوئی کتاب نظر نہیں آئی۔ وہ کتاب جب میں نے لکھی۔ تو لاکھوں کی تعداد میں وہ کتاب چھپی ملک اور بیرون ملک کے اندر اس کو وہ قبولیت عامہ حاصل ہوئی جس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، پھر اس کتاب کو امریکہ کے اندر انگلش میں ٹرانسلیشن کرایا گیا اور چالیس ہزار کی تعداد میں وہ کتاب چھپ کے یورپ کے اندر تقسیم کی گئی اور حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کو جب اس بات کی اطلاع ملی، تو آپ نے دعاؤں سے اس عاجز کو نوازا، میں یہ کہنا چاہتا ہوں اب ایسے علما کہاں رہے ایسے بزرگ کہاں رہے؟ دنیا سے علم اٹھتا چلا جارہا ہے۔ بزرگ دنیا سے اٹھتے چلے جارہے ہیں، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر ہم ان کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کا جو علمی فیضان ہے، اس کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی یاد میں محفل کرانا چاہتے ہوں تو اس سے زیادہ بہتر یہ بات ہے۔ کہ آپ چار دیگوں کی بجائے ایک دیگ پکائیں اور تین دیگوں پر جو خرچہ آئے گا۔ اس کا وہ لٹریچر جو حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے عرق ریزی کے ساتھ اور اپنی علالت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمیں جو عظیم علمی سرمایہ دے کر گئے ہیں اس کو عام کرنے کے لئے ہمیں محنت وکوشش کرنا ہوگی۔ آپ نے جو کام کرنا تھا، تو وہ دنیا سے کر کے چلے گئے اور ایک ذمہ داری ہم پر چھوڑ گئے ہیں کہ تم میری محبت کا دم بھرتے ہو۔ تو پھر میری روح اس طرح سے خوش ہوگی۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو آگے پھیلاؤ۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا جو علمی فیضان ہے۔ آپ کی جو یادگاریں ہیں آپ نے جو کھیتی لگائی ہے یہ ہمیشہ سرسبز وشاداب رہے گی۔ لوگ اس سے فیضاب ہوتے رہیں گے۔ لیکن ہمارے اوپر بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں ہمارے اوپر بھی کچھ فرائض ہیں۔ 'مجلّہ الحقیقہ' اور آپ کی جتنی بھی تصانیف و تالیف ہیں ان کو عام کرنے کا ایک پیغام دینا چاہتا ہوں اگر آپ کے پاس حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی کوئی تالیف موجود ہے تو الحمدللہ اللہ آپ کو مبارک کرے، اس کا مطالعہ فرمائیں لیکن یہ جو علمی فیض آپ کو کتاب کی صورت میں ملا ہے اس کو اپنے تک محدود نہ رکھیں۔ اس کو آگے پھیلائیں کم سے کم ایک دو کتابیں لے کر اپنے قریبی گاؤں میں پڑھے لکھے آدمی کو دے دیں، ممکن ہے مطالعہ کرنے سے اس کا دل بدل جائے اور صراط مستقیم پر آجائے۔ اگر اس کی بگڑی بن گئی وہ صراط مستقیم پر آگیا۔ تو آپ کے لئے بھی ہمیشہ کیلئے صدقہ جاریہ بن جائے گا۔

الحمدللہ اللہ تعالیٰ آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔ اس سے حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی روح خوش ہوگی۔ اور آپ کا فیض آپ کو ملے گا۔ کہ آپ نے جو محنت کی ہے اس کو آگے پھیلانے کی ضرورت ہے۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ایسا ہے۔ کہ اس کی تفصیل میں جائیں تو کافی وقت کی ضرورت ہے۔ لیکن کچھ ایسے عظیم واقعات ہیں کہ جن کو میں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا۔ اور جب بھی حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی یاد آتی ہے۔ تو واقعات میرے سامنے آجاتے ہیں۔ آج علماء سے ٹائم لیتے ہیں۔ ان کو نذرانہ بھی پیش کرنا پڑتا ہے۔ بڑے تکلفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے ادب واحترام کے باعث ہمیشہ گریز کرتا تھا کہ آپ کو اپنے ہاں محافل میں دعوت دوں، میں نے سوچا کہ اگر آپ کا ادب واحترام قائم نہ رکھ سکا۔ تو میرے لئے دنیا وآخرت میں پریشانی کا سبب بنے گا۔ تو آخر میرے دوستوں نے مجھے مجبور کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہر وقت ان کا نام لیتے رہتے ہیں ہمیں زیارت تو کراتے نہیں۔ ہر وقت انہیں کی باتیں بتاتے ہو۔ تو میں نے ہمت کر کے حضرت سے ٹائم لیا۔ اور معاملہ یہ ہوا کہ غازی علم الدین شہید کانفرنس رکھی اور حضرت سے ہم نے ٹائم لے لیا صدارت کے لئے آپ تشریف لائے۔ تو میں بہت حیران ہوا کہ شدید بخار کی حالت میں تھے۔ میں نے جب ملاقات کی، مصافحہ کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ آپ کی طبیعت تو سخت ناساز ہے آپ نے تو کچھ

نہیں فرمایا تو صاحبزادہ عطاء الحق صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت تین دن سے بیمار ہیں۔ شدید بخار کی کیفیت ہے مگر کل سے فرمار ہے تھے کہ کچھ بھی ہو جائے مگر وہاں جانا ہے، اور وہاں جب آپ تشریف لے گئے۔ تو چند مہینوں قبل ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ کہ ہمارا ایک کارکن بینر لگا رہا تھا۔ تو بجلی کی تار سے اس کا ہاتھ چھوا اور وہ بچہ شہید ہو گیا۔ تو جب حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ تشریف لائے۔ تو اس بچے کا والد بڑی محبت کے ساتھ ملنے کے لئے آیا۔ جب ملاقات کی تو میں نے تعارف کرایا کہ حضور یہ ہمارے اظہر صاحب کے والد ہیں۔ جو میلاد النبی ﷺ کا بینر لگاتے ہوئے بجلی کی تار کے چھونے سے شہید ہو گیا تھا۔

تو میں نے دیکھا کہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے بے ساختہ آنسو ٹپکنے لگے کافی دیر تک آپ زار و قطار روتے رہے اور اس کو اپنی آغوش میں لے کر فرمایا کہ تم تو ایک شہید کے باپ ہو، تم تو ایک شہید کے باپ ہو، بعد میں اس نے مجھے بتایا کہ میں نے اسی رات خواب دیکھا کہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ آغوش میں لئے ہوئے ہیں اور مجھے فرمار ہے ہیں کہ تم تو شہید کے باپ ہو، تم تو شہید کے باپ ہو آپ یہ فرمار ہے ہیں تو ایک طرف سے یہ آواز آرہی ہے کہ قیامت کے دن بلایا جائے گا، کہ شہید کی ماں کہاں ہے آجائے شہید کا باپ کہاں ہے آجائے۔ پھر وہ آدمی کہتا ہے کہ میں خواب میں ہی حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی قدم بوسی کرتا ہوں، میں کہتا ہوں حضور میں تو بہت صدمے سے نڈھال تھا لیکن اب میرے جسم میں طاقت آگئی ہے کہ میں فخر کرتا ہوں کہ میں ایک شہید کا باپ ہوں تو جب قیامت کے دن شہیدوں کے والدین کو بلایا جائے گا تو میرا نام بھی شہید کے والدین میں آئے۔

میں 1986ء میں سیالکوٹ میں تھا تو بریلی شریف اور اجمیر شریف میری حاضری ہوئی تو جانے سے پہلے حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے مجھے حضور نقش لاثانی پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے فرمایا کہ آپ پہلے حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ کو سلام کر لیں کیونکہ آپ زیارات کے لئے جارہے ہیں، تو میں آپ کی قدم بوسی کر کے جب نکلا تو حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ دربار شریف سے لے کر روڈ تک مجھے چھوڑنے کیلئے آئے۔ میں نے راستے میں بار بار عرض کیا کہ آپ واپس تشریف لے جائیں، تو آپ فرمانے لگے کہ حضور نقش لاثانی کا حکم ہے میں تو اس کی تعمیل میں جارہا ہوں۔

جب میں واپس آیا تو میں بریلی شریف سے اور اجمیر سے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ اور حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے لئے کچھ تحائف لے کے آیا تو میں نے تحائف جب پیش کئے تو جو تحفہ بریلی شریف کا تھا تو سبقت لسانی کی وجہ سے کہہ دیا کہ یہ اجمیر شریف سے لایا ہوں اور جو اجمیر شریف سے لایا تھا عرض کیا کہ بریلی شریف سے لایا ہوں یعنی الٹ ہو گیا۔ تو جب میں نے پیش کئے تو آپ دیکھئے کہ اللہ والے جو ہیں ان کی نظر کہاں تک ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ پھر کہیں نا کہ کہاں کہاں سے لائے ہو، تو مجھے اس وقت غلطی کا احساس ہوا کہ یہ تو بریلی شریف کے ہیں اور یہ اجمیر شریف کے ہیں اور میں نے سبقت لسانی سے یہ کہہ دیا۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے بھی جب میری طرف دیکھا تو میں نے جان لیا کہ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کو بھی خبر ہو گئی اور حضور مفکر اسلام نے بھی جان لیا کہ یہ سبقت لسانی سے بتا رہا ہے تو مجھے اس وقت احساس ہوا۔ کہ میں تو سبقت لسانی میں غلط کہہ گیا ہوں۔

قارئین محترم بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ علی پور سیداں شریف میں عرس مقدس کے موقع پر میری حاضری ہوئی تو حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ بار بار اعلان فرماتے تھے۔ کہ وہ جہاں بھی ہوں اسٹیج پر تشریف لے آئیں کیونکہ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کا حکم تھا۔ تو میں اپنے والد صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی تعمیل میں اسٹیج پر نہیں گیا۔ مزار شریف پر بیٹھا رہا۔ تو حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ''کہ آسی تو بار بار اعلان کرتا

تھا نورالمصطفیٰ کا وہ اسٹیج پر آ ئے ہی نہیں تو انہوں نے عرض کی کہ حضور ان کے والد صاحب فرماتے ہیں کہ جب بزرگوں کے عرس پر جاؤ تو مزار شریف سے کچھ لینے کے لئے جاؤ اور یہ نیت کر کے جاؤ کہ صاحب عرس جو ہیں ان کا روحانی فیض حاصل کرنا ہے جتنا وقت گزارو، مزار شریف کے قریب گزارو اس لئے حضور وہ نہیں آیا۔ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ" آ سی ہجے دنیا تے ایسے مولوی ہے"

آپ نے جب فرمایا تو حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ اب آپ کی حاضری علی پور سیداں شریف میں ضروری ہوگی ہے۔ میں نے عرض کی ٹھیک ہے میں سیالکوٹ حاضر ہوا تو حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ مجھے ساتھ دربار شریف لے آئے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کو نذرانہ پیش کیا تو میں نے عرض کی حضور قبول فرمائیں آپ نے فرمایا اچھا قبول ہے، قبول ہے قبول ہے یعنی تین مرتبہ فرمایا، میں نے عرض کی کہ حضور یہ میری خواہش ہے تمنا ہے آپ نے پھر فرمایا قبول ہے قبول ہے اور وہی نذرانہ جو میں نے پیش کیا تھا پکڑ کر میری جیب میں ڈال دیا، آپ نے فرمایا آپ دین کا کام کرتے ہیں مجھ سے زیادہ آپ کو اس کی ضرورت ہے، تو میں جب ایسے بزرگوں کو دیکھتا تو ان کی صحبت میں حاضری دیتا تو یقین جانئے اسلاف کرام کی یاد تازہ ہو جاتی تھی ایسا خلوص للّٰہیت، آج کہاں سے نظر آئے گا۔

آپ جب بھی خوشاب تشریف لے جاتے مجھ پر ضرور بندہ نوازی فرماتے۔ ایک دفعہ سخت علالت اور بڑھاپے کے باوجود آپ موٹر سائیکل پر سوار تھے اور جانشین حضور مفکر اسلام ڈرائیو کر رہے تھے۔ آپ خانقاہ ڈوگراں میں ٹھہرے پھر خوشاب تشریف لے گئے۔ یہ آپ کی محبت و شفقت تھی جو مجھ پر فرماتے تھے۔

ایک دفعہ نقشہ نقش لاثانی حضور قبلہ پیر سید عابد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کسی پروگرام سے واپس تشریف لا رہے تھے تو اتنی شفقت فرمائی آپ نے دروازے کے آگے گاڑی روکی اور ایک طالب علم دوڑتا ہوا آیا مجھے کہنے لگا شکر گڑھ سے آپ کے مہمان آئے ہیں ان کا نام آسی ہے وہ آپ کو بلا رہے ہیں، کیونکہ آپ نے طالب علم سے کہا تھا کہ جاؤ کہو کہ باہر آسی آیا ہے، میں اتنا شرمندہ ہوا جب آیا تو حضور نقشہ نقش لاثانی گاڑی میں تشریف فرما تھے تو میں نے حضور سے عرض کی کہ حضور قدم رنجہ فرمائیں جامعہ میں دعا فرمادیں میرے لئے سعادت ہوگی تو میں نے دیکھا کہ حضور نقشہ نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی داڑھ میں شدید تکلیف اور سخت بخار تھا مگر اتنی شفقت فرمائی کہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے عرض کرنے پر آپ نیچے تشریف لائے۔ آپ نے جامعہ میں دعا فرمائی اور گھنٹہ بھر آپ نے وہاں قیام بھی فرمایا۔ اور جب آپ وہاں تشریف فرما ہوئے تو تین باتیں آپ نے ایسی فرمائیں جس کا میرے سوا کسی کو علم نہیں تھا، وہ میں بتانا نہیں چاہتا وہ میرا اندرونی معاملہ ہے۔ اللہ کی عزت کی قسم میرے علاوہ کسی کو اس کا پتہ نہیں تھا حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے جب وہ بات بیان فرمائی۔ تو حضور نقشہ نقش لاثانی علیہ الرحمہ نے اس کی تفسیر بیان فرمادی۔ میں حیران ہوا حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کو کیسے علم ہوا، حضور نقشہ نقش لاثانی علیہ الرحمہ کو کیسے پتہ چلا۔ حضرات پھر خیال آیا اللہ والے ہیں اسی لئے تو بزرگوں سے سنا ہے کہ عالم دین کی صحبت میں جاؤ تو زبان سنبھال کر بیٹھو اور اگر کسی اللہ والے صوفی کی صحبت میں جاؤ تو پھر دل سنبھال کے بیٹھو۔ اس دن مشاہدہ ہوا کہ یہ اولیا اللہ جو ہوا کرتے ہیں ان کی نگاہ باطن پر ہوا کرتی ہے، ان کی نگاہ دل پر ہوا کرتی ہے ارے یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جو ایک نگاہ ڈال کر دل کو بدل دیتے ہیں اور تزکیہ نفس کی دولت عطا کر دیتے ہیں۔

سیالکوٹ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک محفل میں حاضر ہوئے تو صاحب خانہ نے دستر خوان بچھایا۔ کھانا لگا ہوا ہے مگر حضرت صاحب نے کھانا تناول نہیں فرمایا حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ پہلے اٹھے پھر نقش لاثانی علیہ الرحمہ اٹھے گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد

گھر والا بڑا پریشان تھا کہ میں نے اتنا انتظام کیا تھا حضور نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔ ایک لقمہ لے لیتے میری دلجوئی ہو جاتی۔ میں علی پور شریف حاضر ہوا میں حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ حضور آپ تشریف لے آئے تھے تو وہ خادم ایسے کہہ رہا تھا۔ ابھی میں نے بات ختم نہیں کی تھی تو حضور نقش لاثانی نے فرمایا'' آسی اک لقمہ وی حلال دانئیں سی اسیں کی کھاندے اوتھوں، میں حیران رہ گیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم پر کرم فرمایا ہمیں ایسی ہستیاں عطا فرمائیں۔ ایسی شخصیتیں عطا فرمائیں جو علم ظاہر کے بھی آفتاب و ماہتاب تھے اور علم باطن کے بھی آفتاب و ماہتاب تھے۔

حضور مفکر اسلام کی زندگی پر اور آپ کی شخصیت کے حوالے سے، بہت سے واقعات لکھنے کو دل چاہتا ہے، مگر وقت دامن تھام رہا ہے۔ انشاء اللہ موقع ملا تو ضرور تحریر میں لاؤں گا مگر ایک بات ضرور کہنا چاہتا ہوں جو میں بھلا نہیں سکتا۔ فراموش نہیں کر سکتا کہ جب بھی میں حاضر ہوتا تھا تو دروازے تک چھوڑنے آتے اور مجھے بہت شرمندگی ہوتی میں بار بار عرض کرتا تھا لیکن آپ مجھے منع فرما دیتے اور آخری دفعہ جب میری ملاقات ہوئی تو سب کو باہر نکال دیا اور آپ نے جو باتیں مجھ سے کیں وہ ایک امانت ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے موقع دیا تو زندگی کے کسی موقع پر انشاء اللہ ان کو لکھنے کا بھی ارادہ ہے۔ افتخار احمد ممنون صاحب گواہ ہیں سب کو آپ نے نکال دیا اور بہت قیمتی باتیں ایسی بتائیں جن کو میں نے اپنی ڈائری میں قلم بند کیا ہوا ہے آپ کی روحانی اجازت ملے گی تو انشاء اللہ اس کو منظر عام پر لاؤں گا۔

اللہ کی عزت کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کو لوگوں نے پہچانا ہی نہیں، کچھ لوگ سمجھتے رہے کہ کالج کے پروفیسر ہیں، کچھ سمجھتے رہے کہ بس مولوی ہیں لیکن یقین جانئے حضور مفکر اسلام زہد و تقویٰ کا پیکر، اور بارگاہ رسالتمآب ﷺ کے حضوری تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ زبان سے نہیں فرماتے تھے لیکن آنے والے کی پوری کیفیتیں آپ کے سامنے آ جاتی تھیں۔

ایک اور واقعہ ہے ایک مجلس میں ہم گئے تو جو صاحب بیان کرنے کے لئے تشریف لائے تھے انہوں نے بہت اصرار کیا کہ حضور آگے تشریف رکھیں۔ فلاں جگہ تشریف رکھیں۔ آپ وہاں تشریف نہیں لے گے۔ اور بیان پہلے فرما دیا اور بعد میں ملاقات ہوئی تو آپ نے ایک بات فرمائی بعد میں تحقیق کی تو معاملہ بالکل ایسے ہی نکلا، فرمانے لگے ایسے لوگوں کے ملنے سے روحانیت کے مردہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی مجلس میں بھی نہیں بیٹھنا چاہئے جس سے روحانیت مردہ ہو۔ تو ایسے مرد درویش، ایسے مرد کامل لوگوں کو کیا پتہ کہ کیا مقام تھا۔

میری دادی صاحب کا انتقال ہوا تو جانشین حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ بھی ساتھ تھے تو آپ نے بڑی شفقت فرمائی فاتحہ کے لئے جب تشریف لائے۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے۔ تو میرے والد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم خوش قسمت ہو کہ تمہارا تعلق قبلہ آسی صاحب کے ساتھ ہو گیا ہے۔ فرماتے تھے کہ ان کی صحبت میں جایا کرو۔ وقت نکالا کرو۔ تو مجھے فرمایا کہ میں نے خیار الاخبار شریف میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی جو کتاب ہے اس میں اولیاء اللہ کے حالات و واقعات پڑھے ہیں۔ مجھے آسی صاحب میں نظر آتے ہیں۔ فرمایا بزرگوں کے متعلق جو حالات پڑھے ہیں اب تو چراغ لے کے بھی ڈھونڈیں تو ایسے بزرگ نہیں ملتے۔ ایسا زہد و تقویٰ اب کہاں سے ملے گا۔ تو میں یہ سعادت سمجھتا ہوں اپنے لئے بلکہ میں کہتا ہوں کہ میری دنیا آخرت کی ضمانت بھی حضور مفکر اسلام رحمتہ اللہ علیہ ہوں گے، انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ آخرت میں بھی حضور قبلہ مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا فیض ہمیں ملے گا۔ اللہ تبارک تعالیٰ قیامت تک آپ کے روضہ مبارک پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے (آمین)

☆......☆......☆

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

اور اتباعِ شریعت

سعید ملت علامہ سعید محمد عامر حسینی آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتباع شریعت: اتباع شریعت سے مراد ہے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے عطا فرمودہ نظام کی پیروی۔ رب اپنے بندوں سے جن احکامات کی بجا آوری چاہتا تھا، اور جن امور سے روکنا چاہتا تھا۔ وہ سب اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتا دیئے اور پھر قرآن میں اعلان کر دیا۔

وما اتکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنہ فا نتھو ا (پارہ ۲۸۔ سورہ حشر۔ رکوع ۱)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

یعنی جو کچھ سرکار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کرنے کا حکم دے دیں وہ کرنا اور جن کاموں سے روکیں ان سے رک جانا اتباع شریعت ہوا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطا فرمودہ اس نظام کی پیروی کے لئے دل میں جو خلوص اور خشوع ہونا چاہئے اس کا اہتمام 'طریقت' ہے۔ گویا 'شریعت و طریقت' دو متضاد راستے نہیں ہیں۔ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں جو کہ اس کی ظاہر و باطن کی حیثیتوں کے مطابق ہیں۔ علمائے کرام شریعت کے مسائل بتاتے ہیں تو اولیائے کرام طریقت کے ذریعے قلب و نظر کے حجابات دور کر کے اسے شریعت کا مقصود حاصل کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ چنانچہ جو شخص شریعت و سنت کے خلاف ہے وہ ولی نہیں کچھ اور ہے۔ کوئی ولی بلند سے بلند مقام پر ہی کیوں نہ پہنچ جائے، احکام شرعیہ کی پابندی سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ بعض جاہل جو یہ بک دیتے ہیں کہ شریعت راستہ ہے، راستہ کی حاجت ان کو ہے جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں ہم تو پہنچ گئے۔ سید الطائفہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں فرمایا

صد قوا لقد و صلو ا ولکن الی این الی النار

وہ سچ کہتے ہیں بیشک پہنچے مگر کہاں، جہنم کی آگ میں۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ہی یہ ارشاد عالیشان اہل طریقت کے ہاں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اذا رایت رجلا یطیر فی الھو اء اویمشی علی الما ء او یا کل النار و ترک سنۃ من سنن رسول اللہ فاضربہ بالنعلین فا نہ شیطن و ما صدر منہ فھو مکر و استدرا ج" (بحوالہ انوارلا ثانی)

ترجمہ: جب تو کسی شخص کو ہوا میں اڑتا، پانی پر چلتا یا آگ کھاتا دیکھے اور وہ حضور کی کسی سنت کا تارک بھی ہو تو اسے جوتوں سے مار کیونکہ وہ شیطان ہے اور جو کچھ اس سے صادر ہو مکر و استدراج ہے۔ اسی لئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

حضرت مولانا ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس حال کو جس میں سرِ مو بھی شریعت اور اہلسنت و جماعت کی رائے کی مخالفت ہوتی قبول نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت' احوال کے تابع نہیں' کیونکہ شریعت قطعی' وحی سے ثابت ہے اور احوال ظنی ہیں جو کشف والہام سے ثابت ہوتے ہیں اور فرماتے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس دنیا میں ہوتے تو وہ بھی اسی شریعت کی پیروی کرتے'' (زبدۃ المقامات صفحہ ۲۹۰)

سیدنا حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

''ہم نے خود کو شریعت میں ڈال دیا ہے اور حضور انور ﷺ کی روشن سنت کی خدمت میں قائم ہیں'' (حضرات القدس صفحہ ۱۷۰)

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

''اے برادر! در تفاوت مراتب فقرا اگر امروز خواہی کہ دریا بی بجانب شریعت اور نگاہ کن کہ شریعت معیار ست. معیار فقر بر شریعت روشن میگر دو۔'' (بحوالہ مقالات)

ترجمہ: اے بھائی! اگر تم فقراء کے مراتب کا پتہ لگانا چاہو تو ان کے اتباع شریعت پر نظر کرو۔ شریعت معیار ہے۔ اس کسوٹی پر فقیر کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

شیخ ابوبکر طمستانی فرماتے ہیں:

''الطریق واضح والکتاب والسنۃ قائم بین اظھرنا'' (بحوالہ مقالات)

ترجمہ: راستہ کھلا ہوا ہے اور کتاب وسنت ہمارے سامنے موجود ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کے افعال لگاتار سنت وشریعت کی موافقت میں ہوں۔

معلوم ہوا، اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے خود بھی شریعت کی پاسداری کی اور اپنے حلقہ عقیدت میں داخلہ ہونے والوں کو بھی اتباع شریعت کا درس دیا۔ مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ فوائد الفواد' عوارف المعارف' کشف المحجوب' رسالہ قشیریہ' قوت القلوب وغیرہم کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں' ہر صفحے پر کتاب وسنت پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اتباع شریعت کا بلند ترین درجہ یہ ہے کہ شرعی احکام انسان کی فطرت کے سانچے میں ڈھل جائیں اور اس سے بے تکلف وہی افعال صادر ہوں جو رب اکبر جل جلالہ اور حضور اکرم ﷺ کی رضا کے مطابق ہوں۔ شمس العارفین' بدر الکاملین' رفیع الدرجات' عظیم البرکات' سیدی ومرشدی ومولائی حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مقام بلند پر فائز تھے۔ جہاں آپ کا ہر فعل شریعت مطہرہ کا مظہر و معیار بن چکا تھا۔ رخصت نہیں عزیمت اور فتویٰ نہیں بلکہ تقویٰ ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہا۔ آپ کی عزیمت' آپ کا تقویٰ اور آپ کی استقامت ہی تھی جس نے آپ کو شریعت و طریقت کا امام بنا دیا تھا۔ یعنی آپ کشور علم وفضل کے بھی تاجدار تھے اور اقلیم درویشی کے بھی شہنشاہ تھے۔

رب کائنات نے جن اعلیٰ اوصاف سے آپ کو نوازا تھا' ان میں سے ایک نمایاں وصف یہ تھا کہ آپ کو غصہ آتا نہیں تھا اور آتا تو تب' جب آپ دیکھتے یا سنتے کہ کسی نے اللہ کی قائم کردہ حدوں کو توڑا ہے۔ آپ فرماتے کہ جس طرح پانی دریا کی حدوں میں رہے تو نفع بخش ہے اور باہر نکل آئے تو طوفان

بن جاتا ہے یونہی بندہ اپنے رب کی قائم کردہ حدود و قیود کے اندر رہے تو یہ اللہ کریم کی برہان بن جاتا ہے اور اگر اپنے رب کی حدوں کو توڑ دے تو شیطان بن جاتا ہے۔

آدابِ نماز: اللہ کریم نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہمیں جو نظام عطا فرمایا ہے اس میں سب سے اہم عبادات کا نظام ہے جس میں نماز کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن پاک نے واقیموا الصلوٰۃ اور واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ (بقرہ۔۴۴) اور حافظوا علی الصلوات (بقرہ۔۲۳۸) وغیرہم الفاظ کے ساتھ بیاسی (۸۲) مرتبہ نماز (مع زکوٰۃ) کی تاکید کی ہے۔ اسی طرح سرکارِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلوا خمسکم (ترمذی) ولا تترک صلوٰۃ مکتوبۃ (ابن ماجہ) نیز جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (منبہات) وغیرہم فرما کر جہاں نماز کی شریعت اسلامیہ میں اہمیت کو اجاگر کیا وہاں اس سے پہلو تہی کرنے والے کے لئے فمن ترکھا فقد کفر (جس نے اس کو چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔ احمد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ) جیسے سخت الفاظ سے تنبیہہ کی نیز وکان یوم القیمۃ مع قارون و فرعون و ھامان و ابی ابن خلف (بے نمازی قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (احمد، دارمی، بیہقی)) کے الفاظ کے ساتھ بے نمازی کو اس کے خوفناک انجام سے باخبر کیا ہے۔

یوں تو نمازیں اکثر لوگ پڑھتے ہیں لیکن نماز میں انہماک اور توجہ الی اللہ کی جو صورتحال اولیاء کرام میں پائی جاتی ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ نماز پنجگانہ نہایت حسن اہتمام سے ادا کرتے تھے۔ ادھر اذان ہوئی ادھر یوں نظر آنے لگے گویا سب سے لاتعلق ہیں کہ یہ بھی سرکارِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ [1]

وضو نہایت احتیاط سے کیا جاتا اور اس دوران یوں محسوس ہوتا کہ آپ کی مکمل توجہ اپنے رب کی طرف ہے۔ نہ خود بولتے نہ پاس کسی کو بولنے کی اجازت ہوتی۔ پھر بغیر کسی سے بات کئے مسجد تشریف لے جاتے۔ اپنا استقبال اور ادب آداب عام طور پر آپ کو پسند نہیں تھا مگر اقامت ہوتے ہی صفیں بناتے ہوئے اپنے لئے جگہ چھوڑنے یا ہاتھ وغیرہ چومنے کو اور بھی سخت ناپسند فرماتے اور بعض اوقات جلالی انداز سے سمجھاتے۔ الغرض جس حسن اہتمام، احتیاط و تقویٰ آدابِ شریعت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور یادِ خدا میں غرق ہو کر نماز ادا کرتے الفاظ اس کا نقشہ کھینچنے سے قاصر ہیں امام ربانی حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اکثر دہراتے:

> ''لوگ ریاضت و مجاہدات کی ہوس کرتے ہیں حالانکہ کوئی ریاضت و مجاہدہ آدابِ نماز کی رعایت کے برابر نہیں نیز فرمایا کہ بہت سے ریاضت کرنے والے اور متورع کو دیکھا جاتا ہے کہ رعایتوں اور احتیاط میں مشغول ہیں لیکن آدابِ نماز میں سستی برتتے ہیں''
>
> (زبدۃ المقامات صفحہ ۳۸۸)

ایک موقعہ پر بڑے بڑے اولیائے کرام کی نمازوں کا ذکر کرنے کے بعد حضور مفکر اسلام ارشاد فرماتے ہیں:

> ''ہم حرص و ہوس کے بندے ہزار ہا فکری و قلبی آلائشوں میں جکڑے ہوئے گنہگار ایسی عظیم نماز سے کیونکر بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ ہمیں تو اس شاندار نماز کا کروڑوں حصہ بھی مل جائے تو کافی ہے۔ ہاں حتیٰ المقدور کم از کم ہماری نماز کا ظاہر تو درست ہونا چاہیئے۔ یعنی قیام، رکوع، سجدہ، قومہ وغیرہ کے باطنی اور صوفیانہ آداب سے ہم آشنا نہ سہی کم از کم ظاہری آداب تو مکمل ہونے چاہئیں۔۔۔۔۔۔۔۔ امید کی جا سکتی ہے کہ نماز کا ظاہر اگر درست ہو جائے تو کبھی نہ کبھی باطن کی راہ بھی کھل جائے گی''۔ (تقدیم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز)

---

[1]: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ہم سے باتیں کرتے اور ہم آپ سے باتیں کرتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ ایسے ہو جاتے، گویا ہمیں پہچانتے بھی نہ ہوں۔

وہ حضرات جو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتے، ان میں سے کوئی بے نمازی ہوتا تو کبھی نرمی اور کبھی سختی سے تلقین فرماتے۔ آپ حق بات کہنے میں نہایت بے باک تھے۔ متعدد دفعہ ایسا ہوتا کہ کوئی صاحب حیثیت ظاہری طور پر نہایت اعلیٰ وضع قطع کا مالک کسی حاجت سے حاضر ہوتا تو پہلا سوال نماز کا کرتے۔ اگر مستقل نمازی نہ ہوتا تو حسب ضرورت سختی سے کام لیتے کسی قسم کے تعویذ کا خواہشمند ہوتا تو فرماتے سب سے بڑا تعویذ نماز ہے۔ یہ نماز آنے والی کتنی ہی بلاؤں، پریشانیوں اور بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔ جب وہ پکا نمازی بننے کا وعدہ کرتا تو پھر تعویذ عنایت فرماتے۔ ننگے پاؤں پھرنے سے منع فرماتے تھے کہ دماغی بے چینی پیدا ہوتی ہے اور سجدے میں سرور نہیں ملتا۔ نماز میں بے سکونی رہتی ہے۔

آدابِ روزہ ورمضان: شریعت اسلامیہ میں روزہ کی اہمیت بھی مسلمہ ہے۔ قرآن پاک نے کتب علیکم الصیام (البقرہ۔۱۸۳) اور فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (البقرہ۔۱۸۵) فرما کر رمضان میں اس کی فرضیت کا اعلان کیا ہے۔ صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ نے روزے کے تین درجے بیان کئے ہیں۔

۱۔ ایک عام لوگوں کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔

۲۔ دوسرا خواص کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کے علاوہ کان، زبان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے باز رکھنا۔

۳۔ تیسرا خاص الخاص کا روزہ کہ (پہلی دو شرائط کے علاوہ) مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ کا روزہ اعلیٰ ترین درجے کا روزہ تھا۔ جو نیک صفت لوگ سالہا سال آپ کی خدمت اقدس میں رہے، سب بیک زبان کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی حضور قبلہ عالم کے ہاتھ، پاؤں، کان، زبان، آنکھ وغیرہ اعضاء کو خلاف شرع کاموں کا ارتکاب کرتے نہیں دیکھا (کہ اولیائے کرام، انبیائے کرام کی طرح گناہوں سے معصوم تو نہیں ہوتے البتہ محفوظ ضرور ہوتے ہیں) اور جہاں تک حالت روزہ میں شرعی حدود و قیود کا تعلق ہے تو مجھے یہ کہتے قطعی طور پر کوئی تذبذب نہیں کہ آپ سے بڑھ کر ان حدود و قیود کا لحاظ رکھنے والا اور کمال احتیاط کو پیش نظر رکھنے والا میری نظر نے کوئی دیکھا ہی نہیں۔ آپ کا روزہ دیکھ کر اسلاف کے روزوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ یہ بات بھی آپ سے سنی گئی کہ روزے (اور یونہی نمازیں وغیرہ) ہم نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سمجھ کر رکھتے ہیں۔ آپ کی راتیں نماز و ذکر اذکار میں بسر ہوتیں تو دن تصنیف و تالیف میں صرف ہوتے۔ پھر رمضان المبارک میں ان مصروفیات میں اور بھی شدت آجاتی۔ عرصہ دراز سے آپ کا معمول مبارک تھا کہ رمضان شریف میں عصر تا مغرب درس حدیث ہوتا جو کہ مشکوٰۃ شریف سے ہوتا۔ نیز بعد از نماز تراویح مختصراً اپنے رب اور محبوب کائنات ﷺ کے عشق و محبت میں ڈوبا بیان ارشاد فرماتے ان دو مصروفیات کے علاوہ دن رات یا تو تصنیف و تالیف کا معمول رہتا اور یا پھر خدا و مصطفیٰ جل و علا فصلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں غرق ہو کر تسبیح و تہلیل اور درود شریف کا ورد رہتا۔

رمضان المبارک میں ہوٹلز وغیرہ نیز کھانے پینے والی اشیاء کی دکانوں کا دن میں کھلا ہونا سخت گراں بہ طبیعت تھا۔ چنانچہ علاقہ شکرگڑھ کے بازاروں میں چند ہوٹلز کے کھلا ہونے کی خبر آپ کو ملی تو علاقے کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر اور حکومتی عہدیدار جو کہ آپ کے نہایت عقیدتمند بھی تھے، کو آپ نے ان ہوٹلز کے بند کرانے کا ارشاد فرمایا۔ اور پھر آپ ان سے اس وقت ناراض ہو گئے جب انہوں نے ایسا کرنے سے ٹال مٹول سے کام لیا۔ جب وہ آپ سے ملنے آئے تو آپ نے ان کی خاصی سرزنش کی اور تا حیات ان سے قطع تعلق رکھا۔ اس کے مقابلے میں تحصیل ناظم صاحب نے آپ کے حکم کی تعمیل کی تو ان سے خاصے راضی ہوئے اور کئی مواقع پر ان کی تحسین فرمائی۔

بھٹو دور حکومت میں ایک شخص جو کہ چائے وغیرہ کی دکان کرتا تھا، رمضان شریف کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے روزانہ دکان کھولتا رہا۔ آپ نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا۔ پھر وہ ٹھیک عید کے دن پاگل ہو گیا اور آج تک پاگل ہی ہے۔ گویا رمضان کا تقدس پامال کرنا ایک جرم اور اللہ کے ولی کی

دلآزاری دوسرا' چنانچہ خدا کا غضب اسے لے ڈوبا۔ حقیقت یہ ہے کہ شرعی قوانین کی خلاف ورزی آپ کو کسی صورت گوارا نہ تھی۔ آپ اس کا تدارک کرتے اوراس سلسلے میں کسی قسم کی مصلحت آڑے نہ آنے دیتے۔

آپ کے حج وزکوٰۃ: نماز روزہ کی طرح آپ کی زکوٰۃ اور حج کے احوال بھی نہایت ایمان افروز ہیں۔ جو کچھ پاس تھا سب تبلیغ دین کے لئے وقف تھا۔ کسی قسم کے مال ونقدی کے جمع کرنے کا تو سوال ہی کیا' اکثر اوقات قرض لے کر اشاعت وتبلیغ دین کے لئے خرچ کرنا پڑتا تھا۔ اوراگر زندگی میں کبھی زکوٰۃ دینے کی صورت بنی تو بخوشی دی اور زیادہ سے زیادہ ادا کی۔ یونہی مدرسے کے طلباء کے لئے جو زکوٰۃ فنڈ قائم تھا اس کی رقم بھی نہایت احتیاط اور غور وفکر سے خرچ کی جاتی۔ اس فنڈ کے انچارج کو سختی سے تاکید تھی کہ جہاں شرعی طور پر یہ صرف کی جانی چاہئے وہیں خرچ کی جائے اوراحتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ اور جہاں تک حج کا تعلق ہے تو آپ نے اپنی حیات مقدسہ میں دو حج کئے۔ ایک اپنے پیرومرشد قیوم زمانی، قطب ربانی، اعلیحضرت، عظیم البرکت حضور نقش لاثانی علیہ الرحمۃ کی معیت میں ۱۹۷۶ء میں اور دوسرا ۲۰۰۰ء میں۔ آپ ایک عارف حقانی ہونے کے ساتھ ساتھ عالم ربانی بھی تھے اور شریعت کے باریک ترین تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ دوران حج جس طرح شرعی قاعدوں ضابطوں کی پاسداری آپ کرتے وہ آپ پر ختم تھا۔ جب بھی کسی صاحب حیثیت کو دیکھتے کہ ابھی تک حج کی سعادت سے محروم ہے، اسے قرآن وحدیث سے اس کی اہمیت بتاتے اوراکثر یہ حدیث پاک ضرور بیان فرماتے

من ملک زادا و راحلة تبلغه الی بیت الله ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا (مشکوٰۃ ص۲۲۲)

ترجمہ: جو زادراہ اور سواری کا مالک ہو، جو اسے بیت اللہ شریف تک پہنچا سکے اور وہ حج نہ کرے تو اس پر اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر۔

جو لوگ خانہ کعبہ یا مسجد نبوی کے احترام میں (بزعم خود) پہلے سے ہی جوتے اتار لیتے آپ ان کی اس حرکت کو ناپسند فرماتے کہ پھر انہیں گندے پاؤں کے ساتھ مقدس مقامات میں داخل ہوتے تھے۔

ہاتھ پاؤں چومتے احتیاط: حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ میں عاجزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اپنے ہاتھ پاؤں چومے جانے کی آرزو کبھی نہیں کی۔ اکثر فرماتے کہ اس کی اجازت صرف اس لئے دے دیتا ہوں کہ پچھلوں کی سنت ہے۔ آپ فرماتے کہ بزرگان دین کے پاؤں چومنا جائز ہیں لیکن محبت ومستی کے عالم میں ہو تو پھر و گرنہ محض ریا سے ہو تو سراسر ناجائز۔ اگر قدم بوسی کرتے کوئی گھٹنے زمین پر رکھ دیتا تو منع فرماتے تاکہ لباس صاف رہے اور لباس صاف ہونا نماز کی ایک اہم شرط ہے۔ اسی طرح ماتھا، پاؤں یا ہاتھ کو لگانے سے بھی سختی سے منع فرمادیتے کیونکہ مسلم شریف کی ایک حدیث پاک کے مطابق جسے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ ''پیشانی کا زمین پر جمنا سجدے کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط''یعنی ماتھا لگنے سے سجدے کی سی صورت بنتی ہے لہذا تنبیہ کردیتے کہ جو ادب شریعت کے خلاف ہو وہ مکر ہے۔

شرم وحیا اور پردہ: شرم وحیا مرد کا زیور ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی بہت تحسین فرمائی ہے۔ ایک موقع پر ارشاد ہوا

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة (ترمذی شریف)

حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں سے ہے۔

کہیں فرمایا

الحیاء خیر کله..... شرم وحیا نری بھلائی ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

اللہ نے آپ کو شرم وحیا کا جوہر بھی وافر مقدار میں عطا فرمایا تھا چنانچہ خواتین خواہ وہ عمر رسیدہ ہی کیوں نہ ہوں، ان سے ملنا اور بات کرنا تو درکنار ان کی طرف نگاہ نہیں کرتے تھے۔ متعدد مرتبہ یوں ہوا کہ کسی ضعیف سی عورت نے سر آگے کیا کہ حضور دست مبارک پھیر دیجئے تا کہ اس کی برکت سے نجات پا جاؤں۔ تاہم آپ یوں رخ پھیر لیتے۔ گویا جانتے بھی نہ ہوں اور زبانی دعائیہ کلمات فرما دیتے۔ عورتوں کو بیعت فرماتے تو درمیان میں چارپائی کھڑی کرادی جاتی اور چادر وغیرہ کا ایک کونا انہیں پکڑا دیتے جبکہ دوسرا خود پکڑ کر پھر بیعت کرتے۔ آستانہ عالیہ میں مردوں کے آنے جانے کا راستہ اور تھا اور عورتوں کے لئے گزر گاہ علیٰحدہ تھی۔ اور اگر کوئی خاتون ناواقفیت کی بنا پر مردانہ راستے سے گزرنے کی کوشش کرتی تو کسی بچے کو بھیج کر اس کے ذریعے راستہ سمجھا دیا جاتا۔ کم عمر لڑکیوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔

خواجہ خان عالم رحمتہ اللہ علیہ باؤلی شریف والوں کے یہ کلمات کئی مرتبہ ہم نے آپ کی زبان اقدس سے سنے کہ

''زہر کی کئی قسمیں ہیں، بعض کے کھانے سے آدمی مرتا ہے تو بعض کے صرف بدن پر لگنے سے ہی بندہ جان دے دیتا ہے اور نامحرم عورتیں ایسا زہر ہیں جس کے چھونے بلکہ دیکھنے سے اس پر موت طاری ہو جاتی ہے (یعنی دل کی کیفیت تباہ ہو جاتی ہے)

ایک آدمی نے پوچھا کہ چھوٹی نابالغ لڑکیوں کے متعلق کیا حکم ہے تو فرمایا سانپ چھوٹے ہوں یا بڑے سب سے ڈرو''۔

حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ نامحرم عورتوں کے پاس بیٹھنے، بات کرنے غرضیکہ ہر طرح سے بچنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ اور اسے (روحانی) موت قرار دیتے۔ اکثر خواجہ خواجگان حضرت بابا جی فقیر محمد چوراہی علیہ الرحمۃ کا یہ مقولہ سنایا کرتے تھے۔

مانھ ضعیف جناں، مانھ ڈر ساں تس نہ ڈرسو

مریدین ومتوسلین کی گذارشات پہ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو پہلے پوچھ لیتے کہ پردہ کا التزام کرلیا ہے؟ تسلی ہو جانے کے بعد قدم رنجہ فرماتے تو جوانوں کو بالخصوص نظر نیچی رکھنے کا حکم دیتے کہ حدیث پاک میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اور ہر قسم کی آوارگی کی بنیاد بدنگاہی کو قرار دیا گیا ہے۔

خلافِ شرع سامانِ آرائش وغیرہ سے نفرت: جب کسی کے ہاں تشریف لے جاتے تو خلاف شرع سامان آرائش مثلاً انسانوں اور جانوروں کی تصاویر یا مختلف جانداروں کی شکلوں والے کھلونوں کو وہاں سے ہٹا دیتے تھے۔

بعض لوگ اپنے مشائخ کی تصاویر گھروں میں دیواروں کے ساتھ لٹکاتے ہیں۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ حضور اپنے پیر کی تصویر دیوار کے ساتھ لٹکانا کیسا ہے فرمایا، اس کو تو دل میں ہونا چاہئے۔ اپنی تصویر کھنچوانا بھی پسند نہ تھا۔ ایک موقع پر ایک عقیدتمند کسی محفل میں آپ کی تصاویر کیمرے کے ساتھ کھینچتا چلا جا رہا تھا۔ ایک دو مرتبہ آپ نے منع فرمایا تاہم وہ اپنے ذوق کے مطابق لگا رہا۔ تب آپ نے جلال کے ساتھ فرمایا:

'کیمرا لے کر توڑ دوں گا تو پھر باز آؤ گے'

خلافِ شرع وضع سے نفرت: آپ کو خلاف شرع وضع قطع سے سخت نفرت تھی۔ اس ضمن میں آپ نے تاحیات بہت تبلیغی کام کیا۔ مثلاً

۱۔ چہرے سنت مصطفیٰ سے آراستہ کرنے کا حکم دیتے اور جب کوئی داڑھی مبارک چہرے پہ سجا لیتا تو نہ صرف اس کی تعریف کرتے بلکہ بسا اوقات انعامات سے بھی نوازتے۔ آپ کے نصیحت کرنے پر سینکڑوں لوگوں نے اس سنت رسول سے چہروں کو مزین کیا۔

۲۔ سر کو عمامہ شریف یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھانپنے کی تلقین فرماتے۔ ننگے سر کسی کا نظر آنا آپ کو سخت ناگوار تھا۔ چنانچہ بازار یا سر راہ کوئی بغیر ٹوپی وغیرہ کے نظر آتا تو کبھی نرم اور کبھی سخت لفظوں میں تلقین فرما دیتے۔

۳۔ خلاف شرع بڑی بڑی مونچھیں دیکھتے تو کتروانے اور پست کرنے کا حکم دیتے۔

۴۔نہایت تنگ لباس کہ جسم کی ہیئت واضح ہو اور نہایت کھلا لباس کہ کپڑے کا غیر ضروری استعمال ہونا پسند فرماتے اور اعتدال کی نصیحت کرے۔ آپ نے تمام عمر سنت کے مطابق سفید لباس پہنا اور دوسروں کو بھی اس لباس میں دیکھتے تو خوش ہوتے۔

۵۔ پینٹ شرٹ، ٹراؤزر بنیان وغیرہ کو سخت ناپسند فرماتے انہیں انگریزوں کا لباس قرار دیتے۔ ایک خادم کو ایک اچھی ملازمت کی پیشکش ہوئی لیکن پینٹ شرٹ کی پابندی کو لازم ٹھہرایا گیا۔ آپ نے فرمایا 'ایسی ملازمت کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں جس میں انگریزوں والا لباس پہننا پڑے'۔ ہم تو وہ پہنیں گے جو رسول اللہ ﷺ نے پہنا ہے۔ اسی طرح نو جوانوں اور کھلاڑیوں کو نیکر وغیرہ میں دیکھتے تو سمجھاتے کہ مرد کے لئے کم از کم ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم چھپانا لازم ہے۔

۶۔ انگریزی لباس کے خلاف یوں تو ساری عمر آپ نے تحریک جاری رکھی۔ تاہم 2006ء میں یہ پورے عروج پر پہنچی جب سینکڑوں لوگوں نے پینٹ شرٹس اور ٹراؤزر وغیرہ سے توبہ کرتے ہوئے نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی میں ان کو نذر آتش کیا۔

فحاشی کے خلاف اعلانِ جنگ: کون نہیں جانتا کہ دور حاضر میں مغربی میڈیا نوجوانوں کے ذہنوں کو تباہ کر رہا ہے اور مخرب اخلاق سی ڈیز، کیسٹس، رسائل وغیرہ نے روحانی موت سے انہیں ہمکنار کر دیا ہے۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ نے ان کے خلاف بھی نہایت موثر آواز اٹھائی۔ کبھی مضامین کے ذریعے اور کہیں وعظ و نصیحت کے ذریعے انہیں سمجھایا اور ایک موقع وہ بھی آیا کہ جب ان چیزوں کے دلدادہ لاتعداد لوگوں نے نقش لاثانی نگر میں آڈیو، ویڈیو کیسٹس اور سی ڈیز وغیرہ کو اکٹھا کر کے توڑ پھوڑ دیا اور آئندہ کیلئے ان کو ترک کرنے کا عزم مصمم کیا۔

وہ اخبارات جو فحش تصاویر شائع کرتے ہیں ان کے ایڈیٹرز کو آپ نے خود بھی خط لکھے اور دوسرں سے بھی لکھوائے جن میں ان قبیح حرکات پر ان کی سرزنش کی گئی نیز اگر کسی ایڈیٹر سے ملاقات ہوئی تو اسے بھی سمجھایا کہ پیسے کمانے کا یہ طریقہ قابل مذمت ہے۔

شریعت کا باغی لائق عذاب ہے: آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جہاں رب کی شریعت کو پس پشت ڈال کر خلاف شرع کاموں کا ارتکاب کیا جائے، گویا شریعت کا مذاق اڑایا جائے وہاں رب کے عذاب کے نازل ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں آپ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک سکول میں ایک دیوبندی استاد تھا۔ داڑھی رکھی ہوئی تھی لیکن لڑکوں سے لڈی اور سپیر اڈانس وغیرہ کراتا تھا۔ بار بار اسے سمجھایا لیکن باز نہ آیا۔ بلکہ کہتا کہ سکولوں میں یہی کچھ ہوتا ہے، آپ نہیں دیکھ سکتے تو استعفیٰ دے دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اچھا میں استعفیٰ دے دیتا ہوں۔ لیکن ایک ساتھی نے نہ دینے دیا کہ ہم کیوں استعفیٰ دیں، استعفیٰ تو یہ دے جو غلط کام کرتا ہے۔ بہر حال ایک روز پڑھاتے پڑھاتے اس استاد پر کپکپی طاری ہوئی کئی روز ایسا رہا۔ پھر وہ پاگل ہو گیا۔ اس حالت میں بیوی اور دیگر رشتہ داروں نے اسے چھوڑ دیا۔ بالآخر بیس، بائیس سال اسی بے بسی کے عالم میں رہنے کے بعد مر گیا۔ یعنی خلافِ شرع بیہودہ حرکات کا مرتکب ہونے پر قدرت نے اس کی پکڑ کی اور اسی دنیا میں اس پر عذاب نازل ہوا۔

حلال وحرام کی تمیز: حلال وحرام کے معاملے میں بھی احتیاط وتقویٰ کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ قرآن وحدیث کی تصریحات اس بارے میں ہمیشہ سامنے رکھیں۔ چنانچہ کالج سے ریٹائرمنٹ پر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جو کہ پانچ لاکھ سے زائد کی خطیر رقم بنتی تھی' یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ سود کی ایک قسم ہے۔

شریعت کی اشاعت بذریعہ علماء: حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے شریعت کی اشاعت اس طرح بھی کی کہ وہ لڑکے یا نوجوان جو آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے انہیں قرآن وحدیث کی تعلیمات نیز عربی گرائمر اور مسائل فقہ سے روشناس کر کے پھر انہیں مختلف مقامات پہ بھیجا کہ جاؤ اور شریعت مصطفیٰ کی تدریس کرو اور لوگوں کے احوال کو شریعت کے تابع کرو۔ اور آفرین ہے ان نوجوانوں پر جنھوں نے اپنے شیخ کریم کے مشن کو اس طرح آگے بڑھایا کہ لاتعداد لوگوں کی اصلاح کی اور انہیں غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی صف میں لا کھڑا کیا۔ پھر آپ کی نظر کیمیا اثر نے

متعدد علمائے کرام بھی تیار کئے جو محض گفتار کے ہی نہیں کردار کے بھی غازی ثابت ہوئے۔ مثلاً

ا۔ پیر طریقت، رہبر شریعت صوفی محمد صدیق ضیاء صاحب انجینئر تربیلا ڈیم جنہوں نے ''بدعت کی حقیقت'' اور'' شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے افکار و نظریات''، جیسی مایہ ناز کتابیں تصنیف کیں۔

۲۔ عالم بے بدل شیخ طریقت جناب نور المصطفیٰ رضوی صاحب (خانقاہ ڈوگراں) جن کے مضامین اور کتب بالخصوص 'حضورﷺ کی نماز' نے خاصی شہرت حاصل کی۔

۳۔ جناب ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری صاحب ڈائریکٹر اسلامک فاؤنڈیشن (امریکہ) جو علم و فضل کے میدان کے شہسوار ہیں۔ نیز اشعار بھی بہت عمدہ کہتے ہیں۔

۴۔ عظیم عاشق رسول محقق اسلام حضرت علامہ ابو ابراہیم نصر اللہ صاحب (مدینہ شریف)۔ یہ حضور مفکر اسلام کی ظاہری حیات مقدسہ کے آخری دور میں آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے۔ دور طالب علمی میں ہر سال مدینہ یونیورسٹی میں اول آتے رہے۔ اور جب عالم شباب میں تصنیف و تالیف کے میدان میں آئے تو بڑے بڑے علماء کرام سے اپنا آپ منوایا۔ حضور مفکر اسلام جب دوسری مرتبہ حج کرنے گئے تو انہوں نے آپ کی بہت زیادہ خدمت کی تھی۔ جس کا آپ نے متعدد مرتبہ ذکر کیا۔

۵۔ مناظر اسلام علامہ شفقات احمد قادری صاحب (علی پور چٹھہ)۔ آپ نے کئی مناظرے کئے اور آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آج تک کبھی کسی سے مناظرے میں نہیں ہارے۔ متعدد کتب بالخصوص ''رسول اللہﷺ کی نماز'' آپ کی علمی طاقت کی آئینہ دار ہیں۔

۶۔ شیر بیشہ اہلسنت علامہ غلام مصطفیٰ مجددی صاحب (شکر گڑھ)۔ جن کے شب و روز تحقیق و تحریر میں بسر ہو رہے ہیں۔ بے شمار کتب تصنیف فرما چکے ہیں جنہیں ملک بھر میں جید علماء نے تعریف و تحسین کے کلمات سے نوازا ہے۔

۷۔ صدر مدرس جامعہ انوار الاثانی علامہ محمد سعید قادری نقشبندی صاحب (فاضلِ خانقاہ ڈوگراں)

۸۔ سراپا اخلاص، درویش صفت نوجوان سکالر مفتی محمد شاہد آسوی صاحب (فاضل سانگلہ ہل)

یہاں حضور قبلہ عالم کی نگاہ کرم کے شہکار محض چند علمائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے تقریباً سبھی اوائل عمری میں ہی آپ کے دامان کرم سے منسلک ہو گئے تھے۔ موخر الذکر دو کے علاوہ تمام کئی کتب کے مصنف ہیں۔ (فی الحال ان دو کی مصروفیات درس و تدریس کے سلسلے میں از حد ہیں) تحریر و تقریر میں ایک دنیا ان کی عظمت کا لوہا مانتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شریعت اسلامیہ کی بالادستی کے لئے دن رات ایک کر رکھا ہے۔ ان کی تحریریں، ان کی تقریریں ان کے درس و تدریس سب اسلامی تعلیمات کی سربلندی کیلئے ہیں۔ اور ایک زمانہ ان سے مستفید ہو رہا ہے۔

علما تو علما آپ عام لوگوں بالخصوص نوجوانوں کو دینی کتابوں کے مطالعے کی بہت رغبت دلاتے۔ آپ کے نزدیک ان کو فارغ رہنا ہی نہیں چاہئے بلکہ کچھ نہ کچھ مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ ایک مرتبہ یہ عاجز آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا۔ آپ ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ اچانک آپ نے فرمایا' یہ کتاب پڑھی ہے؟ عرض کی 'نہیں' فرمایا، ''تو پڑھو پھر' دنیا میں آئے کس لئے ہو''۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ کی ایک ایک ادا شریعت کے تابع تھی۔ اس مضمون کو اگر بڑھایا جائے اور آپ کے اتباع شریعت کے حوالے سے دیگر کئی پہلوؤں کو بیان کیا جائے تو ایک مکمل کتاب بن سکتی ہے۔ تاہم اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ کریم بطفیلِ حبیبِ لبیب ﷺ یہ عاجزانہ کاوش قبول فرمائے اور اسے کاش کہ پیر و مرشد کی بارگاہ سے قبولیت کی سند نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

......☆......

ہم تم کو نہ بھول پائیں گے

جناب طارق محمود سالک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستمبر 1998 کی بات ہے کہ جب میں فرسٹ ائیر کا طالبعلم تھا۔ اکتوبر کے شروع میں ہمارے اردو کے پروفیسر محمد نواز فوق صاحب چند دن کیلئے چھٹی پر چلے گئے۔ کالج کے اندرونی لان میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ میرے ایک کلاس فیلو نے مجھے آواز دی، چنانچہ میں اس کی آواز پر کمرہ نمبر ایک میں چلا گیا وہاں تمام طالب علم ساتھی اپنے اردو کے استاد کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے سوچا فارغ بیٹھنے سے بہتر ہے کہ ساتھیوں کے ساتھ ان کے استاد کے حلقہ درس میں شامل ہو جائیں۔ ہم کمرے میں پروفیسر صاحب کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک ایک بھاری بھرکم آواز ''السلام علیکم'' کے الفاظ کے ساتھ میری سماعت سے ٹکرائی، نظر اٹھا کر بیرونی دروازے کی طرف دیکھا ایک درمیانے قد کا آدمی جس کا چہرہ گوشت سے بھرا ہوا آنکھیں سیاہ اور چمکدار جن میں ذہانت کی چمک نمایاں تھی۔ چہرے پر سنت کے مطابق ریش مبارک، سفید لباس اور سفید ٹوپی پہنے ہوئے ایک مولوی قسم کا آدمی اندر داخل ہوا دفعتہً میرے ذہن میں خیال آیا کہ یہ شخص کمرہ جماعت میں کس کام سے آیا ہے ابھی تفکرات میرے تخیل کے سمندر میں تیر رہے تھے کہ محترم موصوف نے کتاب اٹھا کر لیکچر دینا شروع کیا جو میری حیرانی میں اضافے کا سبب بنا لیکن جب ان کا لیکچر سنا تو میرے ضمیر نے مجھے آواز دی کہ یہ وہی آدمی ہے جس کی تلاش اور رہنمائی کا متلاشی تھا۔ لیکچر کے بعد ساتھیوں سے تعارف پوچھنے پر پتہ چلا کہ ان صاحب کا اسم گرامی پروفیسر محمد حسین آسی صاحب ہے۔ طلب بڑھتی گئی دوسرے دن بھی درس لیا بعد میں ہمارے استاد محمد نواز فوق صاحب آ گئے لیکن میں پرنسپل صاحب سے اجازت لیکر قبلہ آسی صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہو گیا۔ دسمبر تک یہ سلسلہ جاری رہا بعد میں ایک دن میرے کلاس فیلو بشارت صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت صاحب اردو اعلیٰ کا پیریڈ لے رہے ہیں چنانچہ میں نے بھی درخواست دے کر سوکس کی جگہ اردو اعلیٰ رکھ لیا۔

جب ہم کمرہ جماعت میں پہنچے تو حضرت صاحب نے لیکچر دینا شروع کیا بولتے تو ایسے محسوس ہوتا کہ علم و معرفت کے موتی بکھیر رہے ہیں۔ ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، گفتگو کرنا عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھا جب ہمیں درس دیتے تو وضو کر کے آتے اور ایک دن ہم کو دوران درس جو غالباً نعت مبارک کا تھا حضرت صاحب نے اپنا ایک شعر سنایا۔

اڑ کے پہنچا ہے آسی دیار حبیب میں
دیکھا ہوائے شوق نے کیسا کیا بلند

میرے ساتھی اور میں اپنے آپ کو تخیل کی دنیا میں گنبد خضریٰ کے سائے تلے محسوس کرنے لگے۔ سرکار کی ہر بات دل سے نکلتی اور دل پر اثر کرتی کیونکہ بقول اقبالؒ۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت صاحب ایک سچے اور پکے عاشق رسول ﷺ تھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی تاکید کرتے رہتے۔ قبلہ آسی صاحب اگر کسی کی اصلاح کرتے تو انوکھے انداز میں ایک دفعہ راقم کی آنکھوں کے سامنے ایک بھائی نے اپنی کتاب پیٹھ پیچھے کی ہوئی تھی حضرت صاحب نے ان صاحب کی کتابیں پکڑ کر ان کے سینے سے لگا کر فرمایا ''ان کا وہ مقام نہیں، یہ ہے''۔ مرد قلندر کی باتیں دل میں گھر کر گئیں اس دن کے بعد ہمارے سینے سے ہماری کتابیں جدا نہیں ہوئیں۔ 1999ء کی موسم گرما کی چھٹیاں گزار کر کالج گئے تو ایک منحوس خبر سننے کو ملی کہ حضرت صاحب پنشن لے کر گھر چلے گئے ہیں۔ چنانچہ ان کی جگہ پر جناب پروفیسر محمود احمد محمود صاحب ہمارے استاد مقرر ہوئے۔ محمود صاحب نہایت قابل اور ذہین شخص تھے۔ انہوں نے ہماری ہر طرح سے مدد کی لیکن چند ہفتوں کے بعد میرا دل کلاس سے بیزار ہو گیا ہر چند کہ محمود صاحب لائق و فائق استاد تھے لیکن۔

جہاں میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

کے مترادف مجھے ان سا استاد نہ ملا۔ چند مہینوں کے بعد میں نے کالج جانا بند کر دیا میرا دل اس قدر بیزار ہوا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا اور بقول ناصر کاظمی۔

وہ شہر میں تھا تو اس کیلئے اوروں سے بھی ملنا پڑتا تھا
اب ایسے ویسے لوگوں کے میں ناز اٹھاؤں کس کیلئے

حقوق مصطفےٰ ﷺ کی پاسباں "عظیم تحریک شیران اسلام"

......(ممنون احمد آسوی)......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس وقت پوری دنیا فکری طوفانوں اور عملی زلزلوں کی زد میں ہے۔ انسانی اقدار کو بری طرح پامال کیا جارہا ہے۔ ظلم وستم، حرص وہوس، مکرو دغا، عیاشی وفحاشی اور نسلی و وطنی تعصبات کی ظلمات نے روئے زمین کو گھیر رکھا ہے۔ اس صورت حال کا ایک ہی مداوا ہے اور وہ ہے نظام اسلام۔ نبی آخرالزماں حضور پرنور سید محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء جو رحمۃ للعالمین بن کر مبعوث ہوئے کی تعلیمات ہی انسانیت کی ڈوبتی کشتی کو ساحل آشنا کرسکتی ہیں۔ دور حاضر کے فرعون بش، بلیئر اور ان کے ہمنوا اس کا راستہ روکنا چاہتے ہیں انسانی ہمدردی کا اولین تقاضا ہے کہ امت مسلمہ اپنے نبی اکرم ﷺ کے اس انقلابی وروحانی، اصلاحی والہامی مشن کو دنیا میں متعارف کرا کے فکری وعملی طوفانوں سے انسانیت کو بچائے۔

اس کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ ملت اسلامیہ نشہ توحید اور جذبہ عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو کر آقا و مولا حضور رحمۃ للعلمین ﷺ اور آخری امت ہونے کی حیثیت سے قرآنی تعلیمات اور اسلام کی برکات کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا دے۔ مگر افسوس امت مسلمہ جسے سارے انسانوں کو اتحاد و اتفاق اور اخوت ومساوات کا پیغام دینا تھا، دشمنوں کی سازشوں سے خود پارہ پارہ ہے اور قرآنی انوار و اسلامی برکات سے محروم ہے۔ ایسا کیوں ممکن ہوا یوں کہ اسی امت مسلمہ میں سے غیروں نے چند ضمیر فروش سستے داموں خرید کر انھیں امت کے والی، کونین کے دولہا، رب کے محبوب ترین رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کا انکار کرنے پر مامور کردیا۔ یہ غدار توحید کا خوبصورت نعرہ لگا کر میدان میں آگئے تو عظمت نبوت کے خلاف بغاوت پھیلانے لگے ان میں سے کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خداداد، بیمثال فضائل وکمالات کا انکار کیا، کسی نے خود ساختہ نبوت کا اعلان کیا، کسی نے اطاعت رسول کا کھلم کھلا انکار کیا، کسی نے ان کے علم غیب، حیات جاودانی، تصرفات، شفاعت وغیرہ کا انکار کرا کے آپ کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کی کوشش کی۔ اس صورت حال کا مداوا یہی ہے کہ امت کو پھر در رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف بلایا جائے۔ اسی مقصد کیلئے تاجدار علی پور سیداں شہنشاہ ولایت حضور نقش لاثانی کے تربیت یافتہ، مہبط تجلیات توحید، شارح اسرار تفرید، جلوہ خلق عظیم، پیکر وسعت تصرفات، ترجمان حقیقت، پاسبان شریعت وطریقت، اعلیٰحضرت عظیم البرکت حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ النورانی نے نقش لاثانی نگر سے "تحریک شیران اسلام" کا آغاز فرمایا، دوسرے لفظوں میں یہ تحریک "تحریک حقوق مصطفےٰ ﷺ" ہے۔ اسی پیغام عشق رسول کی اشاعت و ترجمانی کیلئے ماہنامہ "الحقیقہ" کا آغاز کیا گیا۔ جو بحمدہ تعالیٰ جاری وساری ہے، وہ لوگ جو مالی ومعاشی مجبوریوں کی بنا پر دامن اسلام چھوڑنے پر مجبور ہوجاتے ہیں ان کے مسائل کا حل کرنا بھی اس کے پیش نظر ہے اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں اور وردی یا جمہوریت سے اسے کوئی محبت نہیں، جو حاکم بھی اسلام سے مخلص ہوگا ہماری دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور جو اسلام سے باغی ہے ہم اس سے باغی ہیں۔

الغرض یہ تحریک محض تبلیغی، اصلاحی، رفاعی ہے جو مسلمانوں کو خدا اور رسول کی محبت واطاعت کا پیغام دلانے کیلئے معرض وجود میں آئی ہے۔ گویا تحریک شیران اسلام کا پروگرام حکیم الامت علامہ اقبال کے اس شعر کی تفسیر ہے

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے ۔۔۔ دہر میں عشق محمد ﷺ سے اجالا کردے

اہلسنت کیلئے یہ خبر نہایت اندوہ ناک ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے خانوادہ کے فرد فرید حضرت علامہ تحسین رضا خان صاحب (بریلی شریف) اور سلطان الواعظین حضرت علامہ مولانا ابوالنور بشیر احمد (کوٹلی لوہاراں) مورخہ ۴ اگست ۲۰۰۷ کو انتقال فرما گئے ہیں۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" رب تعالیٰ ان بزرگوں کے درجات بلند فرمائے (آمین) ......(ادارہ)

بندۂ مقبول

﴿جناب عزیز بخش صا ب ایم اے انگلش، ایم ایس کمپیوٹر سائنس، ایل ایل بی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کون کہتا ہے کہ مومن مرگئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

انبیاء علیہ السلام کے بعد اولیاء اللہ ہی فیضان نبوت سے فیضیاب ہوکر اور درجہ ولایت حاصل کر کے اصلاح امت کا کام کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ قرآن پاک میں ولیوں کی شان کچھ یوں بیان ہوئی ہے کہ ''اللہ کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم'' یہ اللہ کے ولی اور سچے عاشق رسول کی شان ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

معزز قارئین ہمارا زمانہ وقت کی گردش سے بنتا ہے مگر مرد خدا اس زمانے کی سرحد سے باہر اور صبح وشام کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ لیل ونہار اس کی پرواز میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے ولی پوری زندگی گستاخ رسول، عداوت صحابہ رضی اللہ عنہ، اہانت اہل بیت اطہار اور انکار کمالات مصطفٰے ﷺ کرنے والوں کے خلاف برسرپیکار رہتے ہیں۔

عمل نیک ہے وہ تخم کہ پھیلتا سدا
اسی دانے کو ''دانا'' ہیں بوجاتے ہیں

ولی کامل کی نگاہوں میں زمین وآسمان کی وسعتیں سمٹ جاتی ہیں۔ وہ روحانیت کے بادشاہ، معرفت کے تیراک اور اللہ کے جلوؤں کا مظہر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے غلاموں کی ہر معاملہ میں معاونت کرتے ہیں۔ ولی کامل کا ذکر کرنے سے دل ودماغ کو سکون ملتا ہے۔ اولیاء اللہ کے آستانوں کی جاروب کشی کرنے والوں کو اللہ نے تخت وتاج سے نوازا۔ اس کا منہ بولتا ثبوت یہ ہستی ہے جس کا آج ہم ذکر کرنے جارہے ہیں وہ مقام ومرتبہ کے لحاظ سے محدثِ زماں، چرخ ولایت کا روشن ستارہ حامل فیضان ربی، خادم فیضان نقش لاثانی، تلوار رحمانی، صاحب کرامت، ثناء خوان دفتر رسالت دکھیوں کے درماں، غریبوں کی اماں باغ مقبول کے پھول، سپہ سالار اشیران اسلام حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنہوں نے اپنے والد مکرم صوفی باصفاء صوفی مقبولؒ کی گود سے نکل کر علی پور شریف کی پرکیف اور پرسکون آور فضاؤں میں حضور نقش لاثانی کا بارگاہ میں پرورش پائی اور انہیں کے رنگ میں رنگ جانے کیلئے اپنا تن من دھن سب کچھ وار دیا۔ حضور نقش لاثانیؒ نے تجلیات ربانی اور انوار مصطفیٰ ﷺ کی تابناک کرنیں بکھریں اور آپ کی حیات کو بقعہ نور بنا دیا یہاں تک کہ حضور مفکر اسلام کی مطہرہ زندگی کو شریعت طریقت اور حقیقت کے سانچے میں

ڈال کر یوں خلق کے سامنے پیش کیا کہ زمانہ عش عش کر اٹھا اور ثابت کر دیا کہ سالک کیلئے عشق رسول ﷺ ہی حب ذوالجلال ہے اور یہی جستجو دیدار ذات جمال ہے۔

پھر آپ کی حیات مبارک کا ایک ایک لمحہ یوں بسر ہوا کہ دیکھنے والوں نے دیکھا، پرکھنے والوں نے پرکھا، جاننے والوں نے جانا، سمجھنے والوں نے سمجھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ گدائے شاہ نجف، مداح رسول، ولی مقبول، سراپا اصول، یتیموں کے غمگسار، نعت گو شاعر، مسلک حق اہل سنت کا حصار استغراق حب رسول، سگ در بتول، سچے عاشق رسول ﷺ اور پاسبان حرمت رسول ﷺ ہیں

آپ جہاں مرد درویش اور عارف حق تھے وہاں اپنے زمانے کے بہت بڑے عاشق رسول تھے۔ آپ لباس پہننے میں نیز گفتار و کردار، رفتار غرضیکہ زندگی کی ہر نقل و حرکت میں سنت نبوی ﷺ پر پابند رہے چہرہ مبارک نہایت خوبصورت دلنشین جاذب نظر تھا جس پر ہر وقت مسکراہٹ ہوتی۔ جس نے آپ کو ایک بار دیکھا پھر نہ بھول پایا گویا کہ آپ کی شخصیت روشنی کا چمکتا ہوا مینار ہے آپ نے بے شمار مردہ دلوں کو زندہ کر کے ایسی حیات جاوداں بخشی کہ پھر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ڈوبے دکھائی دیتے اور عشق رسول ﷺ ان کی زندگی کا مقصد بن گیا۔

آپ نے لطف و کرم سے سائلوں کے دامن بھر دیئے نامراد بامراد ہوئے آپ علیہ الرحمہ رحمت ایزدی کا وہ ابر نیشاں تھے جو صدیوں تک قطروں کو دو آبدار بناتا ہے۔ پاسبان حرمت رسول ﷺ، مقبول بارہ رحمانی قاسم فیض نقش لاثانی شہسوار خطابت کے اخلاق حمیدہ میں خوش خلقی صاف گوئی، کم گفتار، متوازن اختیار راست اطوار آپ کا شعار رہا ہے۔

اپنی ساری زندگی تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اور ذکر خدا اور ذکر رسول ﷺ کا درس دیتے رہے اور حدیث پاک بیان فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کی شفاء ہے''

مزید فرمایا کہ ذکر کی باتیں ذکر ہی کیلئے ہیں یہ ملاقاتیں ذکر ہی کیلئے ہیں دل ذکر کیلئے، زبان ذکر کیلئے غرض انسان کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر میں گزر جانا چاہئے کیونکہ قرب رسول ﷺ ہی قرب خدا کی دلیل ہے۔

حضور مفکر اسلام نہ صرف مقبول عرب و عجم واعظ تھے بلکہ مصنف کتب کثیرہ بھی تھے الغرض آپ پروانہ ہائے شمع نقش لاثانی، اور سالکان راہ طریقت کیلئے مشعل راہ تھے۔

مرشد کامل سے محبت کا یہ حال تھا کہ آخری سانس کی دم واپسی سے پہلے دربار عالی حاضری میں کوتاہی نہ فرمائی۔ نہایت حلیم و بردبار، معاملہ فہم و نکتہ داں زاہد و عابد تھے لاکھوں کی تعداد میں عوام و خاص کو فیض نقش لاثانی سے سرشار فرماتے ہوئے عشق رسول ﷺ کا درس دیتے رہے۔

وہ اب بھی چاہیں تو بدل سکتے تقدیر جہاں کی

رنگ بپھرے ہوئے طوفانوں کا دیکھا سکتے ہیں

اگر چہ ظاہری طور پر آپ کو ہم سے بچھڑے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے لیکن حقیقت میں وہ آج بھی خاص حیات کے ساتھ زندہ ہیں، جمعۃ المبارک کو محفل ذکر پاک، روحانی محفلوں کا انعقاد مجلّہ الحقیقہ کی کامیاب اشاعت آپ کی تعلیمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور مفکر اسلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پکا اور سچا عاشق رسول ﷺ بنائے اور اللہ کے ولیوں سے فیضان حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

......☆......

دلاں دا جانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا سچا ویر سی آسی ــــ پیار دی اک تصویر سی آسی
سچا عالم ، عارف کامل ــــ علم دی اک جاگیر سی آسی
فقر مفکر ، صفت مصنف ــــ مصحف دی تفسیر سی آسی
عاشق صادق پاک نبی دا ــــ ازلی عشق خمیر سی آسی
عجز و ادب ، توکل ورثہ ــــ کامل مرد فقیر سی آسی
صفتاں کر کر جیب نہ تھکے ــــ حرفاں دی تاثیر سی آسی
محرم راز دلاں دا جانی ــــ درداں دی اکسیر سی آسی
سجناں دے لئی پیار دی بکل ــــ ویریاں لئی شمشیر سی آسی
بھلیاں ہویاں راہیاں دے لئی ــــ رہبر کامل پیر سی آسی
اکھر جس دے سانبھ کے رکھے ــــ میرے لئی تنویر سی آسی
پیار دی اکھ وچ رڑکاں پاگیا ــــ مار جدائیاں تیر سی آسی
ہجر نیں سجناں گل وچ پالئی ــــ ہنجواں دی زنجیر سی آسی
ویڑے سنجھے کر گیا سالک ــــ رونق دی اخیر سی آسی

پیر محمد عثمان سالک

بسم الله الرحمن الرحيم

توحید

اور محبوبانِ خدا کے کمالات

جلد سوم

عنقریب شائع ہو رہی ہے

مؤلفہ

مفکرِ اسلام پروفیسر محمد حسین آسی حسینی نقشبندی

پبلشرز

مکتبہ نقشِ لاثانی

0542 - 452997
0300-7766223
نقشِ لاثانی نگر شکر گڑھ

Monthly
Mujallah

AL-HAQIQA

AUGUST, 2007
Reg. No. C.P.L 168



سالانہ
عرس مبارک
حضور مفکر اسلام

پروفیسر محمد حسین آسی

تلاوت
قاری محمد فرمان

چادر پوشی
نماز فجر کے
فوراً بعد

8
اگست بروز بدھ
صبح 8 تا نماز عشاء

بمقام
آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام نقش لاثانی سلاسلک یونیورسٹی نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

زیر صدارت
پیر سید کرامت علی حسین

فخر اہل سنت، قائد نوجوانان ملت
خواجہ ناصر رحمانی

صاحبزادہ محمد عطاء الحق نقشبندی

نعت خواں
محمد انیس خان
غلام دستگیر
نعیم شاکر

خصوصی
خطاب
نور المصطفےٰ رضوی
جناب پیر شمس الدین بخاری

حضرت پیر سید سعادت علی حسین
حضرت پیر امانت علی حسین

شیرانِ اسلام پاکستان

منجانب
ڈاکٹر گلزار احمد چوہدری
عائشہ ہسپتال ریلوے روڈ شکر گڑھ
0542-450356